# سود کیا ہے؟

مؤلف:
عبدالکریم اثری

انجمن اشاعت اسلام نھتھہ عالیہ براستہ جوکالیاں ضلع منڈی بہاؤالدین پاکستان

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ. (۲:۲۷۶)

اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھا کر ”الربوا“ کو مٹانا چاہتا ہے۔

# سود کیا ہے؟

حرام اور حلال بینکاری کا فکری موازنہ کتاب وسنت کی نظر میں


مؤلف

عبدالکریم اثری



انجمن اشاعت اسلام (رجسٹرڈ) ٹھٹھہ عالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین

Mob: 0346-6286669 - 0301-6296850 - Ph:0546-593213

نام کتاب = سود کیا ہے؟

مؤلف = عبدالکریم اثری

طابع = عبدالمنان کلیم

مطبع =

ایڈیشن = اول

تاریخ اشاعت = مئی 2008ء

تعداد = 2200

اشاعت فنڈ 150 روپے


## جہاں سے چاہیں منگائیں

مکتبہ الاثریہ جناح اسٹریٹ گجرات 0333-8406422

انجمن اشاعت اسلام محلہ عالیہ 0546-593213 - 0302-6201644

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-7321865

مکتبہ اخوت مچھلی منڈی اردو بازار لاہور 042-7235951

محمد امتیاز عثمانی راولپنڈی 051-5531396 - 0333-5154969

قیوم بک ڈپو اردو بازار کراچی 021-2631268

ایچ ایم سعید کمپنی چوک پاکستان کراچی 021-4912806

# المحتویات



| نمبر شمار | مضمون | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 1 | صاحب علم حضرات میں کون نہیں جانتا | 7 |
| 2 | انتساب | 9 |
| 3 | قرآنی آیات | 10 |
| 4 | اے روح محمد ﷺ | 12 |
| 5 | مال اللہ رب کریم کا فضل اور خیر ہے | 13 |
| 6 | خیرات وصدقات | 21 |
| 7 | قابل توجہ چند اقتباسات | 25 |
| 8 | فتویٰ یہ حلال ہے اور یہ حرام | 27 |
| 9 | خواص کی طرف سے کیا گیا دعویٰ | 30 |
| 10 | صاحب مضمون ہذا کا دعویٰ | 31 |
| 11 | المختصر | 33 |
| 12 | حلال وحرام | 47 |
| 13 | لغوی وضاحت | 50 |
| 14 | وضاحت کی مثالیں | 51 |
| 15 | پہلی مثال | // |
| 16 | دوسری مثال | 52 |
| 17 | تیسری مثال | // |
| 18 | چوتھی مثال | // |
| 19 | پانچویں مثال | 53 |
| 20 | چھٹی مثال | 54 |
| 21 | ساتویں مثال | // |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 22 | آٹھویں مثال | 55 |
| 23 | نویں مثال | // |
| 24 | دسویں مثال | // |
| 25 | قبل ازیں | 56 |
| 26 | لام تعریف | 57 |
| 27 | لام تعریف کی امثلہ | 58 |
| 28 | ''الربوا'' کے معنی سود نہیں | 59 |
| 29 | مفتی پاکستان کا اعترافِ حقیقت | 60 |
| 30 | یک نہ شد دو شد | // |
| 31 | غلطی کیوں اور کیسے؟ | 61 |
| 32 | حلال وحرام کہنے کا حق | 63 |
| 33 | بزرگوں سے اختلاف کی روش | 65 |
| 34 | اکثریت کا خوف | 67 |
| 35 | قرض کیا ہے؟ | 69 |
| 36 | قرآنِ کریم کا قرض یا قرض حسنہ | 70 |
| 37 | قرضِ حسنہ کے متعلق قرآنی آیات | // |
| 38 | قرضِ حسنہ اور ہم | 72 |
| 39 | معاشرہ کے اجزاء | // |
| 40 | اسلام دینِ فطرت | 73 |
| 41 | کمالاتِ قرآنِ کریم | 74 |
| 42 | لین دین میں تحریری سستی | 75 |
| 43 | قرآنِ کریم کا طریقہ بیان | 76 |
| 44 | بڑوں کی خاموشی کا ردِعمل | 77 |
| 45 | بات سے بات اور بات پر اڑ جانا | 78 |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 46 | آیاتِ کریمات کا محل وقوع | 80 |
| 47 | آیات کا مطالعہ آپ نے کیا | 87 |
| 48 | ایک بار پھر پیچھے چلیں | 92 |
| 49 | اُدھار دینے یا اضافہ کے ساتھ دینے کا بیان | // |
| 50 | یہ دیکھنے کی چیز ہے بار بار دیکھ | 93 |
| 51 | ذرا آپ بھی غور کرلیں | 94 |
| 52 | قارئین کرام کی تسلی | // |
| 53 | اضافہ تک محدود رہنے کا نتیجہ | 96 |
| 54 | اصل موضوع کی طرف مراجعت | 97 |
| 55 | قرآنِ کریم کی آیات پر ایک نظر | 99 |
| 56 | مختصر تجزیہ | 102 |
| 57 | قرآنِ کریم کی آیات کو محل وقوع سے الگ کرنے کا نتیجہ پہلی مثال | 104 |
| 58 | دوسری مثال | 106 |
| 59 | تیسری مثال | 107 |
| 60 | "الربوا" کیا ہے؟ بات سمجھ میں آئی یا نہیں | 109 |
| 61 | اسلام میں انفرادی ملکیت کا تصور | 110 |
| 62 | ایک قابل عمل نظام معیشت کا قیام | // |
| 63 | حق کا حق دار کو پہنچانا | 111 |
| 64 | یہ بات جو ہم بار بار دہراتے آرہے ہیں نئی نہیں | 113 |
| 65 | ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے | 114 |
| 66 | "الربوا" کی وہ خاص صورت جس کو اضعافا مضاعفة کہا گیا ہے | 115 |
| 67 | قرآنِ کریم کے اعلان کے بعد | 117 |
| 68 | اللہ کے لیے غور کرو | 118 |
| 69 | مسلمان کو صحیح مسلمان بنانے والی چیز | 120 |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 70 | ''الربوا'' کے متعلق پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے | 126 |
| 71 | ربا کے متعلق فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ | 129 |
| 72 | ربا کے معنی احادیث مبارکہ میں کیا ہیں؟ | 132 |
| 73 | سپریم کورٹ میں اپیلوں کا پہلا فیصلہ | 133 |
| 74 | گورنمنٹ سیونگ اسکیموں کے بارے میں فیصلہ | 159 |
| 75 | سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ کا ریویو کا فیصلہ | 161 |
| 76 | گذشتہ عدالتی بحث پر تبصرہ | 165 |
| 77 | ربا اور ''الربوا'' کا ذکر احادیث میں | 166 |
| 78 | احادیث متعلقہ حرمت ''ربوا'' | 170 |
| 79 | بات کیا تھی احادیث کے نام سے کیا بنادی | 189 |
| 80 | بینک کیسے معرضِ وجود میں آئے پہلا مرحلہ | 194 |
| 81 | دوسرا مرحلہ | 197 |
| 82 | تیسرا مرحلہ | 200 |
| 83 | نتائج | 202 |
| 84 | تجزیہ مضمون مولانا مودودیؒ | 204 |
| 85 | علمائے کرام نے کیا کیا؟ | 207 |
| 86 | اسلامی بینک کاری پروگرام | 208 |
| 87 | کیا غلطی کا ازالہ ممکن ہے؟ | 211 |
| 88 | حلت وحرمت کی تین مثالیں | 217 |
| 89 | ''الربوا'' نہیں ''ربا'' کے معروف نام | 220 |
| 90 | مسئلہ کا حل | 234 |
| 91 | ایک بہن کا خط کسانوں کے نام | 236 |
| 92 | ہمیں ورق کہ سیاہ گشتہ، مدعا ایں جاست! | 240 |

## صاحب علم حضرات میں سے کون نہیں جانتا

قرآنِ کریم کی آیات کا اپنے محل وقوع اور سیاق وسباق سے خاص تعلق ہوتا ہے جس کو پیش نظر رکھ کر ہی مفہوم کی وضاحت ہوسکتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں اس کے بالکل برعکس کسی آیت یا آیت کے کسی ایک حصہ کو اُس کے مقام سے الگ کر کے اُس سے اپنے مطلب کا مفہوم اخذ کیا جاتا ہے پھر سارا زور اسی پر صرف کیا جاتا ہے اس چیز کی وضاحت آپ کو اس کتاب کے ایک سے زیادہ مقامات، پر ملے گی۔

فی الحال درج ذیل باتوں کو پیش نظر رکھ کر زیر نظر کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان شاء اللہ عقل پر مدت کے پڑے پردے اتر جائیں گے اور بات سمجھنا آسان ہو جائے گی۔

۱۔ کون نہیں جانتا کہ کتاب وسنت میں ''موت'' سے مرنا، کفر کرنا اور سونا مراد لیا جاتا ہے اور یہ موقع ومحل ہی بتا سکتا ہے کہ کس مقام پر کیا معنی مراد ہیں۔

۲۔ کون نہیں جانتا کہ کتاب وسنت میں ''حیات'' سے مراد مرنے کے بعد زندہ ہونا، ایمان اختیار کرنا، اقتدار ملنا، طاقت کا حاصل ہونا، سونے کے بعد جاگنا مراد لیا گیا ہے اور موقع ومحل ہی بتا سکتا ہے کہ کس مقام پر کیا معنی مراد ہیں۔

۳۔ کون نہیں جانتا کہ کتاب وسنت میں ''مرض'' بیماری یعنی عدم صحت اور گناہوں میں مبتلا ہونے پر اطلاق کرتا ہے اور یہ موقع ومحل ہی بتا سکتا ہے کہ کس مقام پر کیا معنی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

۴۔ کون نہیں جانتا کہ ہر زبان میں محاورات وامثال محض تفہیم کے لیے استعمال ہوتے ہیں ان کے لفظی معنی نہیں کیے جاتے اور کتاب وسنت میں بھی وہ بولے گئے ہیں اور موقع ومحل ہی بتا سکتا ہے کہ کس مقام پر ان کا مفہوم کیا ہے۔

۵۔ کون نہیں جانتا کہ قرآنِ کریم اللہ کا کلام ہے لیکن اس میں اللہ، اللہ کے رسولوں اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں کے ساتھ کافروں، منافقوں، مشرکوں، ابلیس اور شیطان کے بیانات بھی آئے ہیں اور موقع ومحل ہی بتا سکتا ہے کہ کس مقام پر کون مراد ہے۔

۶۔ کون نہیں جانتا کہ قرآنِ کریم میں رسول کا لفظ تمام رسولوں اور بعض فرشتوں بلکہ عام انسانوں پر بھی بولا گیا ہے لیکن کس مقام پر کون سا رسول مراد ہے موقع و محل ہی اس کی وضاحت کرتا ہے۔

۷۔ کون نہیں جانتا کہ قرآنِ کریم میں بعض احکام اللہ کے رسول ﷺ کے لیے خاص ہیں جو دوسرے لوگوں کے لیے نہیں لیکن موقع و محل ہی بتا سکتا ہے کہ یہ حکم سب کے لیے ہے یا آپ ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔

۸۔ کون نہیں جانتا کہ کتاب و سنت میں جو ضمائر بیان کی گئی ہیں وہ کسی خاص چیز کی وضاحت کیلئے ہیں لیکن موقع و محل ہی بتا سکتا ہے کہ یہ ضمائر کس کے لیے بیان ہوئی ہیں۔

۹۔ کون نہیں جانتا کہ قرآنِ کریم نے فرقہ پرستی اور گروہ بندی کو شرک سے تعبیر کیا ہے لیکن اس کی حقیقت موقع و محل ہی بتا سکتا ہے کہ کون سا شرک اس سے مراد ہے جب کہ کوئی بھی گروہ اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

۱۰۔ کون نہیں جانتا کہ کتاب اللہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے کتاب ہدایت ہے لیکن اس کی آیات کا محل وقوع ہی بتا سکتا ہے کہ اس آیت سے کونسی ہدایت مراد لی جا سکتی ہے۔

﴿نوٹ﴾:- بلاشبہ اگر محل وقوع یعنی سیاق و سباق سے کسی آیت کو الگ کر دیا جائے تو اُس کا مفہوم بعض اوقات مکمل طور پر بدل سکتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کسی بادشاہ کو نہایت کوشش اور تگ و دو کے بعد مرضی کا رشتہ ازدواج ملا لیکن عین اُس وقت پر جب وقت زفاف آیا تو ہونے والی ملکہ کی زبان پر اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ. (۱۶:۱) کے الفاظ آئے جنہوں نے اس بادشاہ کو اپنے مقام پر رک جانے کا اشارہ دے کر روک دیا لیکن یہ جو کچھ ہوا ان الفاظ کو اُن کے محل وقوع سے الگ کرنے کے باعث ہوا جب کہ نزول آیت کا محل یقیناً یہ نہیں تھا ملکہ کے حسن تدبر کا یہ نتیجہ تھا کہ اُس نے اپنے خاص مطلب کے لیے آیت کے اس ٹکڑے کا استعمال کیا جو اس کے مطلب پر فٹ ہو گیا۔ فافہم فتدبر۔

عبدالکریم اثری

جامع مسجد العنائیہ جناح اسٹریٹ گجرات

# انتساب

اُس ذاتِ اقدسؐ کے نام جس نے فرمایا:

ہاں! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، تمہیں جلد ربِ کریم کے سامنے حاضر ہونا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔

دیکھیے! مسلمان نوکر ہوں یا آقا، غریب ہوں یا امیر، مفلس ہوں یا دولت مند، معمولی حیثیت رکھتے ہوں یا اونچے درجے پر فائز ہوں ان میں کوئی امتیاز نہ ہونا چاہیے۔ وہ سب ایک سطح پر ہیں۔ ان سب کے دل میں ایک دوسرے کیساتھ حقیقی بھائیوں کی سی محبت ہونی چاہیے۔

آپؐ نے یہاں تک فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ مظلوم ہو یا ظالم، عرض کیا گیا حضورؐ! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آ گئی مگر ظالم کی مدد؟ فرمایا جو بھائی ظلم کرے اُسے ظلم سے باز رکھو، یہ ظالم بھائی کی امداد ہے۔

آپ ﷺ نے برادرانہ محبت والفت کے لیے ایک کسوٹی بھی تجویز فرما دی یعنی اپنے بھائی کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جس کی توقع تم اُس سے رکھتے ہو۔ نیز فرمایا:

1۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو جو خود کھاؤ اُن کو کھلاؤ جو خود پہنو وہ اُن کو پہناؤ۔

2۔ عورتوں کے بارے اللہ سے ڈرتے رہو جس طرح تمہارے حق عورتوں پر ہیں اُسی طرح عورتوں کے حق تم پر۔

3۔ میں جاہلیت کے تمام ''الربوا'' باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں سے عباس بن عبدالمطلب کا ''الربوا'' ختم کرتا ہوں۔

اپنے مدعا کی

یہی ابتداء اور یہی انتہا ہے

ناچیز بندہ

عبدالکریم اثری

جامع مسجد العنائیہ جناح اسٹریٹ گجرات ﴿9 مئی 2008﴾

۱۔قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ○ (۳:۱۱۸)

''اگر تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو تو ہم نے فہم وبصیرت کی نشانیاں تم پر واضح کر دی ہیں۔''

❀❀❀

۲۔اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ
لَا يَعْقِلُوْنَ○ (۸:۲۲)

''یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ وہ ہیں جو بہرے گونگے ہو گئے جو کچھ بھی سمجھتے نہیں۔''

۳۔وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ
عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ٥ (۱۰:۱۰۱)
''جو لوگ یقین نہیں رکھتے ان کے لیے نہ تو
نشانیاں ہی کچھ سود مند ہوتی ہیں نہ تنبیہات۔''

۔۔۔

۴۔وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا
عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ٥ (۲۵:۷۳)
''اور وہ لوگ کہ جب ان کو ان کے رب کی
آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان پر بہرے
اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔''

## اے روح محمد ﷺ

شیرازہ ہوا ملّتِ مرحوم کا ابتر!
اب تُو ہی بتا تیرا مسلماں کدھر جائے!
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفاں کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حدی خواں کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمد ﷺ
آیاتِ الٰہی کا نگہباں کدھر جائے!

## مال اللہ رب کریم کا فضل اور خیر ہے

خیال رہے کہ عام مذاہب وادیان میں مال و دولت کی بہت کچھ مذمت کی گئی ہے حتّٰی کہ اسی بنیاد پر مذہب اور دنیا کی نفرت دونوں قریب قریب ایک دوسرے کے مترادف ہو گئے ہیں اور اسلامی متندات میں بھی اس قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں لیکن علمائے حق نے تقریباً ہر پڑھے لکھے مسلمان تک اس دنیا کا صحیح مطلب پہنچا دیا ہے جس کی اسلام نے مذمت کی ہے، ورنہ سچ یہ ہے کہ اگر دولت کمانے میں آدمی رب کریم سے غافل نہ ہو اور اکتساب دولت کے جائز ذرائع سے مال حاصل کیا جائے اور اللہ کریم کے قائم کیے ہوئے حدود سے لاپروائی نہ برتی جائے تو صرف احادیث میں نہیں بلکہ قرآنِ کریم میں بھی:

اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ۔ (۵:۴) ''مال ومتاع کو اللہ نے تمہارے لیے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔'' کے عجیب وغریب جامع مانع الفاظ میں ''مالی قوت'' کی حقیقت بیان کی گئی ہے گویا اللہ رب کریم کی ذات جس طرح زمین وآسمان کی قیوم ہے اسی قیومیت کا ایک حصہ اس عالم مجاز میں ''اموال'' کو دیا گیا ہے یعنی بنی آدم کے ٹھہراؤ اور قیام کا ذریعہ مال ہے۔

انسانیت کی ہر آرزو اور اس کی تمنائیں زیادہ تر مالی قوت ہی کے ساتھ وابستہ ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں فرمایا گیا ہے کہ:

درھم ودنانیر (روپیہ واشرفی) اللہ کی مہریں ہیں جو اپنے مالک کی مہر لے کر آئے گا اس کی ضرورت پوری ہوگی (طبرانی الاوسط)

مال قدرت کی ایک ایسی نعمت ہے جس کے ساتھ ہمارا قیام وابستہ ہے ضرورت ہے کہ ہم اس کے صرف کرنے میں پوری پوری احتیاط اور بیداری سے کام لیں، اگرچہ یوں بھی قدرت نے انسانی فطرت میں مال کی حفاظت وصیانت کا جذبہ محفوظ کر دیا ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

## خواص کی طرف سے کیا گیا دعویٰ

''شریعت اسلامی نے ایسے قرض کوحرام قرار دیا ہے جس پر منافع پہلے سے طے کرلیا گیا ہو۔ خواہ قرض دینے اور لینے والا کوئی بھی ہو کیونکہ ایسے قرض کو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت تینوں نے حرام قرار دیا ہے۔'' (ڈاکٹر یوسف القرضاوی)

﴿نوٹ﴾ بلاشبہ یہ دعویٰ موجودہ دنیائے اسلام کے خواص کا ترجمان ہے لیکن اس دعویٰ پر کوئی دلیل کتاب وسنت سے پیش نہیں کی جاسکتی۔

صرف اور صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ دنیائے اسلام کی اکثریت اس کوصحیح سمجھتی ہے اور قرآنِ کریم کی زبان میں '' وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. وَاَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ. '' کہا گیا ہے۔

# صاحب مضمون ہذا کا دعویٰ

ا۔ ''قرض'' عربی زبان کا لفظ ہے جو عربی، اردو، فارسی زبان میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن قرآنِ کریم نے ''قرض'' کو اُدھار کے معنوں میں استعمال نہیں کیا بلکہ ادھار کے لیے لفظ ''دین'' اختیار کیا ہے۔

۲۔ ''الربوا'' کے حرام قرار دیئے جانے کی علت ''غربت اور مجبوری'' ہے نہ کہ ''طے شدہ منافع''۔ ہاں! اس ''علت'' کو حکمت سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کیونکہ ہر ''علت'' میں کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ ''غربت'' سے مراد لوگوں کا وہ طبقہ ہے جو اپنی ضروریاتِ زندگی خود حاصل کرنے کے قابل نہیں۔

۳۔ جو الفاظ روایات کے نام سے زبان زد خاص وعام ہیں یعنی ''کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا'' یہ الفاظ کسی صحیح روایت میں نہیں پائے جاتے جس پر حلت وحرمت کی بنیاد رکھی جا سکے۔

۴۔ ''حلت وحرمت'' کا بیان صرف اللہ رب کریم کی ذات پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بیان صرف اور صرف کتاب اللہ میں ہے کتاب اللہ کے سوا اس کا کوئی اور ماخذ نہیں سنت رسول اللہ اُس کی وضاحت وتشریح کرتی ہے۔

۵۔ ''اجماع امت'' ایک چیز ہے لیکن فی نفسہ اس کا جہاں بھی اطلاق ہُوا ہے وہاں اختلاف پایا جاتا ہے کسی ایک جگہ کی نشاندہی بھی ممکن نہیں جہاں اختلاف نہ کیا گیا ہو ہاں! قلت وکثرت کی صورت یقیناً پائی جاتی ہے لیکن ''کثرت'' کو اجماع امت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس کی نفی قرآن کریم میں واضح طور پر موجود ہے۔

٦۔ ربا کا لفظ بیع کی طرح عام ہے اس میں جائز وناجائز کی صورت بھی پائی جاتی ہے لیکن ربا اور ''الربوا'' دونوں ایک نہیں کیونکہ ربا عام ہے اور ''الربوا'' خاص جسے حرام بتایا گیا ہے اور یہی صورت حال ''البیع'' کی بھی ہے۔

۷۔ قرآنِ کریم میں جس طرح ''احل اللہ البیع'' کے الفاظ آئے ہیں اسی طرح ''حرم الربوا'' کے بھی جب ''البیع'' کو حلال تسلیم کرنے کے باوجود اس کی بعض صورتیں حرام اور ناجائز بھی تسلیم کی جاتی ہیں تو اسی طرح ''الربوا'' کو حرام تسلیم کرنے کے باوجود اس کی بعض صورتیں حلال اور جائز تسلیم کیوں نہیں کی جاسکتیں؟

۸۔ ''الربوا'' کی ضد صدقہ وخیرات، انفاق فی سبیل اللہ، یا ''قرضِ حسنہ'' ہے ''البیع'' یا ''ربح'' نہیں اور ضدین کو ''متضاد'' کہا جاتا ہے اور متضاد کبھی مترادف نہیں ہوسکتے۔

۹۔ وہ لوگ جو صدقہ وخیرات، انفاق فی سبیل اللہ یا قرض حسنہ کے مستحق ہیں اُن کو ''اُدھار'' دینا ہی ''الربوا'' ہے جو ناجائز وحرام ہے اس میں اضافہ کا تصور پایا جائے یا نہ پایا جائے۔ ہاں! جتنا اضافہ ہوگا ظلم اتنا بڑھتا جائے گا۔

۱۰۔ ''الربوا'' کو مٹانا ''غربت وافلاس'' کو مٹانے کا دوسرا نام ہے جب کوئی انسان ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہا تو گویا ''الربوا'' مٹ گیا اور جس حکومت نے اپنے دائرہ اختیار کی سرزمین میں مذکورہ کام کردکھایا اُس نے اتنی سرزمین کے حصہ سے گویا ''الربوا'' کو مٹادیا اور یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا (۲:۲۷۶) کا یہی مقصد ہے۔

نوٹ:- ناچیز بندہ نے کتاب وسنت سے یہی سمجھا ہے، صاحب علم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ ان دس باتوں میں سے جو صحیح نہ سمجھتے ہوں اُس پر دلائل کے ساتھ قلم اُٹھائیں اور ناچیز بندہ کی راہنمائی فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

عبدالکریم اثری

خطیب جامع العنائیہ جناح اسٹریٹ گجرات

# المحتضر

﴿1﴾

پہلی بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اردو فارسی کی تمام لغات میں جہاں لفظ سود تحریر ہے اُس کے معنی منافع، بڑھوتری اور اضافہ کے درج ہیں اسی طرح جہاں لفظ منافع تحریر ہے اُس کے معنی سود، بڑھوتری اور اضافہ کے درج کیے گئے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ سود کے معنی منافع اور منافع کے معنی سود کے ہیں گویا منافع اور سود مترادف ہیں متضاد نہیں۔

اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ دو ہم معنی الفاظ آپس میں متضاد ہوں۔ ہمیشہ یہی سمجھا جاتا ہے کہ دو ہم معنی الفاظ مترادف ہوتے ہیں کوئی دو مترادف کبھی متضاد نہیں ہو سکتے۔ ہاں! اگر اس کی کوئی مثال موجود ہے تو وہ بیان کی جائے تا کہ یہ ابہام ختم ہو جائے۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حلال وحرام آپس میں متضاد ہیں جو کسی حال میں بھی مترادف نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر سود حرام اور منافع حلال کیسے ہو گیا اور یہ دونوں ہم معنی لفظ ایک دوسرے کے متضاد کیسے ہو گئے؟

عام تحریرات میں منافع کا لفظ جائز اور ناجائز کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس طرح کی تحریرات عام پائی جاتی ہیں کہ یہ منافع جائز ہے اور یہ ناجائز ہے جس کا مطلب بھی بالکل واضح ہے کہ جو منافع جائز ہے دوسرے معنوں میں وہ حلال ہے اور جو منافع ناجائز ہے دوسرے معنوں میں وہ حرام ہے گویا منافع حلال بھی ہوتا ہے اور حرام بھی۔

جب منافع اور سود مترادف ہیں تو کیا اس طرح نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سود جائز ہے اور یہ ناجائز ہے جس کا مطلب یہ سمجھ لیا جائے کہ ایک طرح کا سود حلال ہے اور ایک طرح کا سود حرام۔ گویا جس طرح منافع حلال وحرام ہوتا ہے اسی طرح سود بھی حلال وحرام ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں تو آخر کیوں؟

﴿2﴾

دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں لفظ ''ربا'' استعمال ہوا ہے اور ''الربوا'' بھی پھر

لغات میں ''ربا'' کے معنی اضافہ، بڑھوتری، منافع اور سود کے تحریر کیے گئے ہیں۔

لیکن عربی زبان میں ''ال'' (حرف) جب کسی اسم پر آتا ہے تو اُس کو معرفہ بنا دیتا ہے یعنی اس اسم کو متعین کر دیتا ہے اس مقصد کے لیے انگریزی لفظ (The) استعمال ہوتا ہے رَجُلٌ کے معنی کوئی ایک آدمی اور الرَّجُلُ کے معنی وہ خاص آدمی (The man) کے ہو جاتے ہیں۔ اس کے استعمال کے ایک سے زائد طریقے ہیں مثلاً:

i۔ پہلے کسی کا عمومی ذکر کرنا اور اس کے بعد جب دوبارہ اُس کا ذکر آئے تو اس پر ''ال'' بڑھا دینا جیسے رَسُوْلٌ سے الرَّسُوْلُ (۷۳:۱۵،۱۶)

ii۔ کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جس سے سامع پہلے ہی متعارف ہو یعنی وہ جانتا ہو کہ یہ کس چیز کا ذکر ہو رہا ہے جیسے الْغَارُ (۹:۴۰)

iii۔ جب وقت اور زمانہ متعین کیا جائے جیسے اَلْیَوْمَ (۵:۳)

iv۔ جب کسی پوری کی پوری نوع کا ذکر ہو یعنی کل معنی مراد لینے کے لیے جس کو استغراق کہتے ہیں جیسے خُلِقَ الْاِنْسَانُ (۴:۲۸)

v۔ جب کسی چیز میں اس نوع کی تمام خوبیاں جمع ہو جائیں جیسے الکتاب (۲:۲)

قرآنِ کریم نے جہاں ''ربا'' کو ''الربوا'' تحریر کیا ہے وہیں اس کو حرام بتایا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ عام ''ربا'' حرام نہیں بلکہ خاص ربا یعنی ''الربوا'' حرام ہے پھر اس تخصیص کو کیسے نظر انداز کر دیا گیا اور کیوں؟

## ﴿3﴾

تیسری بات یہ ہے کہ قرض عربی کا لفظ ہے لیکن عربی، اردو، فارسی میں مستعمل ہے۔

عربی کے اس لفظ قرض کے معنی اردو میں بدلہ دینا، مر جانا اور کاٹنا کے تحریر ہوتے ہیں لیکن اردو میں اس کے معنی ادھار، مانگی ہوئی چیز اور مستعار کے لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ غور یہ کرنا ہے کہ عربی میں ایک عبارت تحریر ہوئی ہے ''کل قرض جر منفعة فھو ربوا'' اس میں لفظ:

i۔ قرض سے کیا مراد ہے، وہی جس کو اردو میں اُدھار مانگے کی چیز یا مستعار کہتے ہیں یا قرض کوئی اور چیز ہے؟

ii۔ اس عبارت میں لفظ نَفْعًا کا استعمال ہوا جس کے معنی نفع ہی کے ہیں پھر اس عربی عبارت کا جو ترجمہ مترجمین نے درج کیا ہے، وہ بھی ''جو قرض کچھ نفع کمائے وہ ربوا یعنی حرام ہے''۔ لیکن اس نفع کے لفظ کو ''سود'' کے لفظ کے ساتھ بدل کر ''سود'' کو حرام قرار دیا گیا اور نفع کو حلال اس کی وجہ کیا ہوئی کس دلیل سے ایسا ہوا جب کہ اس عبارت کے ترجمہ میں ''جو قرض کچھ سود کمائے'' کے الفاظ بھی کسی نے تحریر نہیں کیے حالانکہ نفع کے معنی سود کے بھی صحیح ہیں کیونکہ نفع اور سود دونوں مترادف ہیں اور ایک دوسرے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

iii۔ قرض کی تعریف میں صرف نقد روپیہ ہی آتا ہے یعنی اگر الف، ب سے ایک ہزار روپے اُدھار لے تو اُس نے قرض لیا یا الف نے ب سے ایک بھینس قیمت مقرر پر لی تو وہ بھی کُلُّ قَرْضٍ کے تحت قرض کہلائے گی؟

iv۔ اُدھار لی گئی ہر چیز پر قرض کا لفظ اطلاق کرتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو پھر کون کونسی چیزیں اُدھار لینے پر قرض کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور کون کون سی چیز میں اُدھار لینے پر قرض کا لفظ استعمال نہیں ہوتا؟

v۔ ''الف'' دکاندار ہے جو الماریاں فروخت کرتا ہے ''ب'' الماری خریدنے کے لیے جاتا ہے ''الف'' ''ب'' سے کہتا ہے کہ اس الماری کی قیمت اس وقت ایک ہزار روپے ہے لیکن ''ب'' کے پاس رقم نہیں اس لیے ''الف'' واضح کرتا ہے کہ اگر آپ رقم 6 ماہ بعد ادا کریں گے تو یہ الماری آپ کو بارہ سو روپے میں ملے گی۔ ''ب'' 6 ماہ کی مقررہ تاریخ کے وعدہ پر الماری بارہ سو روپے پر خرید لیتا ہے۔ ''الف'' نے دو سو روپے جو زائد حاصل کیے وہ ہزار روپے پر اضافہ، الماری پر اضافہ کہلائیں گے یا جس طرح تسلیم کر لیں صحیح ہے؟

﴿4﴾

چوتھی بات یہ ہے کہ قرض پر منافع کہیں یا سود ''حرام'' ہے کتاب اللہ اور صحیح حدیث رسول اللہ کے سوا اسلام کی ہر ایک کتاب میں تحریر ہے لیکن یہ بات زبان زد خواص و عوام ہے کہ قرآنِ کریم اور حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔ ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ قرآن و حدیث کی بات کبھی غلط ہو سکتی ہے اس لیے وہ

خاموش ہو جاتا ہے لیکن اس دنیا میں مسلمانوں کے علاوہ بھی لوگ بستے ہیں اور سوال کرنے کا اُن کو بھی حق ہے وہ سوال کرتے ہیں کہ قرض پر منافع کیوں حرام ہے؟ جواب ملتا ہے اس لیے کہ جب منافع طے ہو گیا خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ تو گویا نقصان کا احتمال ختم ہو گیا اور نقصان کا احتمال ہی نفع کو جائز اور حلال کرتا ہے چونکہ اس جگہ نقصان کا احتمال ختم ہو جاتا ہے اس لیے قرض پر لیا گیا منافع کہیں یا سود حرام ہے۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ جب ''الف'' نے ایک ہزار روپے میں بازار فروخت ہونے والی چیز محض اُدھار کے باعث بارہ سو روپے میں فروخت کی اور ''ب'' نے مجبوراً اُس کو خرید لیا تو کیا اب بھی اس اُدھار دی گئی چیز میں نفع نقصان کا تصور باقی ہے؟ جبکہ دکاندار اپنی طرف سے مکمل طور پر مطمئن ہے کہ اس نے منافع حاصل کر لیا کیونکہ اُس کی قرض دی گئی چیز کا منافع طے پا گیا جو دوصد روپے ہے۔ اگر نقصان کا احتمال ختم ہونے کے باعث قرض پر نفع یا سود حرام ہے تو اس جگہ میں نقصان کا احتمال سو فی صد ختم ہے بلکہ نفع طے بھی ہو چکا ہے تو یہ حلال وطیب کیسے ہو گیا؟ چونکہ اس کا جواب ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اس لیے جواب اس طرح دیا جاتا ہے یہ خالصۃً اسلام کا مسئلہ ہے اس کے ساتھ غیر مسلموں کا کیا تعلق۔ اسلام غیر مسلموں کے معاملات میں دخل نہیں دیتا اور برابری کے اصول پر وہ چاہتا ہے کہ اسلام کے معاملات میں غیر مسلم مداخلت نہ کریں اور یہ اسلام میں غیر مسلم کی خواہ مخواہ مداخلت ہے جس کا جواب دینا لازم نہیں۔ اگر دو سات بار چودہ ہوتے ہیں تو ضروری نہیں کہ سات دو بار بھی چودہ ہوں کیونکہ یہ بات کتاب وسنت میں کہیں تحریر نہیں۔

جب ''کل قرض جر منفعة فهو ربوا'' کے الفاظ حدیث شریف میں آ گئے تو پھر اس پر تنقید مسلمان تو کر ہی نہیں سکتا اگر وہ تنقید کرے گا تو اسلام اس سے رخصت ہو جائے گا اور غیر مسلم کو حق کیا ہے وہ اس طرح کی بات کرے اگر وہ باز نہ آیا تو اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی۔

﴿5﴾

پانچویں بات یہ ہے کہ ''کل قرض جر منفعة فهو ربوا'' کے الفاظ کسی بھی صحیح

حدیث میں نہیں اور حلت وحرمت کا دارو مدار تو صرف اور صرف رب ذوالجلال والاکرام پر ہے۔ایک بات خواہ اشارۃً ہی قرآنِ کریم میں موجود ہو اور حدیث میں اُس کی وضاحت کر دی گئی ہو تو یہ وضاحت فی الواقعہ قابل قبول ہے لیکن حلت وحرمت کا مدار اِدھر اُدھر کی روایت پر نہیں چھوڑا جا سکتا ایسا کرنا اسلام کے نام کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔

آج اہل اسلام اس حقیقت سے دوچار ہیں کہ جو باتیں اسلام کی نہیں ان کو اسلام کی قرار دیا جاتا ہے جب کوئی صاحب عقل اس پر مواخذہ کرتا ہے تو اُس پر گستاخِ اسلام کا فتویٰ جڑ دیا جاتا ہے۔ پھر عوام تو عوام خواص بھی اسلام کی حمایت سمجھ کر اس میں شامل ہو جاتے ہیں جب اس کا نتیجہ سامنے آتا ہے تو کف افسوس ملنے کے سوا کچھ چارہ نہیں رہتا۔

نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے ضمنی اور فرعی مسائل میں بھی صحیح حدیث کا مطالبہ کیا جاتا ہے جب ایک حدیث نہیں سو احادیث کی نشاندہی کی جاتی ہے تو مخالف مکتب فکر ایک حدیث پر دس دس اعتراض پیش کرتا ہے اور دونوں طرف سے عجیب منظر نظر آتا ہے لیکن حلت و حرمت کی وضاحت جو خالصۃً رب کریم کا کام ہے (۱۱۶:۱۶) اس کے لیے ایک عام عربی عبارت کو حدیث کا نام دے کر اس پر بنیاد قائم کر دی جاتی ہے۔

یہ جملہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے لیکن اس مذکورہ کتاب سے پہلے اس کا ذکر کسی صحیح حدیث کی کتاب میں نہیں کیا گیا اور پھر اس پر شارحین نے بہت جرحیں کی ہیں اور اس کی اسناد کا واضح طور پر ضعیف ہونا تحریر کیا ہے۔اس طرح کی روایات کو صالح للعمل قرار دینا حلت وحرمت میں خواہ مخواہ کی دخل اندازی کرنا ہے جس کا کسی کو بھی حق نہیں خواہ کوئی ہو، کہاں ہو اور کیسا ہو؟

﴿6﴾

فَلَكُمْ رُؤُسُ اَمْوَالِكُمْ (۲:۲۸۰) ''تم اپنے اصل زر لے سکتے ہو'' بلاشبہ قرآنِ کریم کا حکم ہے اور یہ حکم ہے جو کسی کو قرض دیا گیا ہے لیکن ذرا آیت کے اس ٹکڑے کو اس سے آگے پیچھے کے احکامات میں رکھ کر پڑھیں تو آپ پر بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔یہ حکم ہے اُن لوگوں کے لیے جو اپنے رواجات کے تحت لوگوں کو قرض یعنی اُدھار دے چکے تھے

چونکہ اُن کے رواج میں سوچ سمجھ کر اُدھار دینا نہیں تھا کہ اُدھار لینے والا کل اسے واپس بھی دے سکتا ہے یا نہیں کیونکہ اُدھار دینے والے طاقت ور تھے اور طاقتور کے لیے کمزور سے لے لینے کے ایک سے زیادہ طریقے ہوتے ہیں اور وہ سارے طریقے آج بھی موجود ہیں اور ان کو وہی لوگ استعمال کر سکتے ہیں جو طاقتور ہوتے ہیں اور یہ تمام طریقے ظلم بلکہ بہت بڑے ظلم میں آتے ہیں تاہم زمانہ میں ان کو کوئی ظلم کہہ ہی نہیں سکتا اور نہ یہ ظالم کسی کو ایسی بات منہ سے نکالنے دیتے ہیں۔ مذکورہ احکامات سے پہلے ان باتوں کی حوصلہ شکنی کی جا چکی تھی اور لوگوں کو اس طرح کے مظالم سے منع کیا جا چکا تھا (۳۹:۳۰) ان آیات میں زیادہ زور دے کر سختی سے منع کیا گیا اور اُن کو کہا گیا کہ جو تم کر چکے اس میں تمہارے لیے اتنی رعایت کی جا سکتی ہے کہ اگر جن کو تم نے اُدھار دیا ہے اُن کے پاس واقعی کچھ ہے تو اپنا دیا ہوا واپس لے لو خواہ کتنی مدت گزر چکی ہے اور کتنا تم اس کو بڑھا چکے ہو تا ہم لیا تب ہی جا سکتا ہے کہ اگر ان کے پاس دینے کو کچھ ہے اگر ان کے پاس فی الوقت نہیں تو بغیر کسی حیل و حجت کے ان کو وقت دو تا کہ وہ آسانی کے ساتھ تمہارا اصل زر واپس کر دیں اور اگر ایسا ممکن نہیں تو بہر حال تم کو اصل بھی چھوڑنا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کہنے سے یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ آئندہ ایسے حاجت مندوں کو اُدھار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ان کو ''قرضِ حسنہ'' کے طور پر دینا تم پر لازم ہے جو صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے دیا جاتا ہے اور دے کر واپس نہیں لیا جا سکتا۔ پھر کون نہیں جانتا کہ ایک بات ہو جانے اور ایک بات کرنے میں کتنا فرق ہے۔ زیرِ نظر آیت میں گزشتہ اعمال کا تدارک کیا گیا ہے معرض وجود میں آنے والے حالات کے لیے اس کو اصول نہیں بنایا جا سکتا۔ افسوس کہ بات کیا تھی اور اُس کو کیا بنا دیا گیا یہ علم نہیں جہل مرکب ہے۔

﴿7﴾

ساتویں بات یہ ہے کہ کسی نئی چیز کا ایجاد کرنا تخلیق الٰہی سے فائدہ حاصل کرنا ہے اور توحید الٰہی کا ایک اظہار ہے جو مختلف ادوار میں مختلف طریقوں سے ہوا ہے ہو رہا ہے اور ہوتا رہنا چاہیے۔ اس میں حصہ لینا اہل اسلام کا فرض اولین ہے کیونکہ دنیا میں خالصتاً توحید الٰہی کے وہ داعی ہیں نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب بھی کوئی نئی ایجاد ہوئی تو اُس کے سامنے

مسلمان ایک مضبوط بند باندھ کر بیٹھ گئے فطرت نے جب اُس بند کو توڑ دیا تو یہ لوگ بجائے تسلیم کرنے کے فتویٰ بازی پر اُتر آئے اور ایسے ایسے فتویٰ ایجاد کیے کہ ان کے سامنے کوئی مسلمان بھی مسلمان نہ رہا اور ان ایجادات میں سے بینک بھی ایک اسی طرح کی ایجاد ہے وہ کیسے معرضِ وجود میں آئے کن کن مراحل سے ہو کر گزرے کب سے یہ سلسلہ جاری ہے ان میں کون کون سی قباحتیں پائی جاتی ہیں یہ کس طرح کے مظالم ڈھا رہے ہیں۔ ان کا اصل حل کیا ہے ان ساری باتوں پر اُس وقت سوچا جاتا جب اسلام کے ٹھیکہ دار اس طرح کی سوچ پیدا کرتے ہمارے مذہبی ٹھیکہ داروں نے ان کی تشکیل ہوتے ہی حرام حرام کا ایسا شور مچایا کہ اُس نے کسی کو اس طرح سوچنے ہی نہ دیا۔ ان بینکوں میں اپنی پس انداز آمدنی رکھنا لوگوں کی مجبوری تھی جو روز بروز بڑھتی گئی اور بدستور بڑھتی جا رہی ہے اس حرام حرام کے شور نے زیادہ سے زیادہ جو کیا وہ یہ ہے کہ کچھ بھی مذہبی وابستگی رکھنے والوں نے بینک سے منافع لینا ترک کر دیا کہ چلو اگر یہ حرام ہے تو ہم وصول نہیں کرتے اس طرح گویا ''کُتّے کو لَٹ کاری آ گئی''

نتیجہ اس کا یہ رہا کہ ایک عام بینک جس میں ایک ہزار آدمی کا اکاؤنٹ صرف ایک لاکھ روپے کی نسبت سے ہے گویا دس کروڑ روپیہ جمع ہے جس کا کم از کم منافع سات روپے سینکڑہ کے حساب سے ستر لاکھ ہوتا ہے وہ بینک کو مفت میں بچ گیا۔ ستر لاکھ روپیہ اگر ستر مستحقین گھرانوں میں تقسیم ہوتا تو ستر گھر آباد ہو جاتے فرض کیا کہ اس ملک میں ایک ہزار بینک ہے تو اس طرح اس معمولی سی رقم سے ستر ہزار گھرانے سالانہ آباد ہو جاتے اور دس سال کے بعد شاید ہی کوئی گھر ایسا رہ جاتا جس کو صرف دوسروں سے لے کر گذارہ کرنا پڑتا اور وہ خود اپنے قدموں پر کھڑا نہ ہو جاتا۔

اس طرح ستر ہزار گھرانوں میں خرچ ہونے والی دولت تو اکیلا بینک یعنی بینکر کھا گیا محض اس فتویٰ کے باعث جس کا کوئی وجود اسلام میں نہیں پھر اس صورت حال کو سال ہا سال گذر گئے یکے بعد دیگرے دو تین نسلیں فنا ہو گئیں۔

﴿8﴾

آٹھویں بات یہ کہ اس شور و غوغا کا جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بجائے اس کے مذہبی راہنما

سیدھے ہاتھ سے کان کو پکڑ کر توبہ کرتے اور لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کرتے اور معرض وجود میں آنے والے بینکوں میں جو بد اعتدالیاں پائی جاتی ہیں ان کی اصلاح کی فکر کرتے تا کہ عوام کو اس کا فائدہ حاصل ہوتا انہوں نے ایک مزید چال چلی کہ تمام بینک جو معرضِ وجود میں آ چکے ہیں ان کی آمدنیاں حرام ہیں یہ خود بھی حرام کھاتے ہیں اور لوگوں کو بھی حرام کھلاتے ہیں۔ یہ خود بھی جہنمی ہیں اور ان میں اپنی رقوم رکھنے والے بھی۔ ان تمام بینکوں کے ملازمین بھی اور ان میں لکھا پڑھی کرنے والے تمام لوگ بغیر کسی استثناء کے ایسے ہیں جیسے اپنی اپنی ماؤں سے نکاح کرنے والے ہیں جو ستر گناہوں میں سے کم تر گناہ ہے۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ اسلامی بینک قائم کیے جائیں اور ان کا طریق کار ایسا وضع کیا جائے کہ قوم کے متوسط طبقہ میں جو خون رہ گیا وہ اس طرح نکال لیا جائے جیسے دم مسفوح نکالا جاتا ہے اور جس کے نکلنے سے جانور حلال ہو جاتا ہے۔ گذشتہ بینکوں نے جو در اصل حرامی بینک ہیں کہ ان کی آمدنی حرام ہے اسلامی بینک جو در حقیقت حلالی بینک ہیں کیونکہ ان کا سارا سرمایہ حلال ہے۔ اس طرح تشکیل دیا گیا کہ جتنی رقم وہ پانچ سال میں کماتے ہیں ان حلالی بینکوں نے ایک ہی سال میں کمالی اور پھر لطف یہ ہے کہ گذشتہ یعنی حرامی بینکوں نے حرام کھایا اور حلالی بینک خود بھی حلال کھاتے ہیں اور اپنے کھاتہ داروں کو بھی حلال و طیب پیش کرتے ہیں اس کو کہتے ہیں ''ہم خرما و ہم صواب''

پھر جس اصول پر یہ اسلامی بینک قائم ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ ''اپنے کھاتہ داروں کو اتنا منافع پیش کیا جائے کہ وہ اپنی رقم اسلامی بینکوں میں لانے پر مجبور ہو جائیں۔'' مطلب واضح ہے کہ اگر وہ 8 فیصد دے رہے ہیں تو اسلامی بینک کو کم از کم 9 فی صد تک منافع پیش کرنا چاہیے پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ سودی بینکوں سے دیا گیا مال حرام ہے کیونکہ وہ سود ہے اور اسلامی بینکوں سے دیا گیا مال حلال ہے کیونکہ یہ منافع ہے۔

﴿9﴾

نویں بات یہ ہے کہ قارئین غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ سودی بینک جس کو ہم نے حرامی بینک کے نام سے تحریر کیا ہے مندرجہ ذیل کاروبار کرتے ہیں۔

۱۔ امانتی رقوم حاصل کرتے ہیں اوران پر منافع دیتے ہیں

۲۔ ضرورت مندوں کو مقررہ منافع پر قرضہ دیتے ہیں

۳۔ معاوضہ لے کر گاہکوں کے لیے مندرجہ ذیل خدمات انجام دیتے ہیں

i۔ زیورات، قیمتی اشیاء، دستاویزات مقفل بکس میں بطور امانت رکھتے ہیں اور اُن کی حفاظت کے صلہ میں معاوضہ لیتے ہیں۔

ii۔ درآمدی اموال کی قیمت دے کر تاجروں کے نمائندوں کی حیثیت حاصل کرتے ہیں اوراس پر اجرت وصول کرتے ہیں۔

iii۔ تاجروں اور صنعت کاروں کو صنعتی مشورے دیتے ہیں اوران پر اجرت وصول کرتے ہیں نیز ان جیسے اور بھی کام کرتے ہیں۔

یہ تمام امور اسلامی بینک بھی انجام دیتے ہیں لیکن ان کے نام کچھ اس طرح کے ہیں مثلاً مضاربت، مشارکت، مرابحت اور بیع سلم وغیرہ اوراس قبیل کے کچھ اور نام بھی جو کتب فقہ کے ابواب البیوع میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

سودی بینک میں جس طرح کھاتہ جاریہ (کرنٹ اکاؤنٹ) اور بچت کھاتہ (سیونگ ڈیپازٹ) کھولے جاتے ہیں اس طرح اسلامی بینک میں بھی کھولے جاتے ہیں اور نوعیت کا بھی کوئی فرق نہیں۔

اسلامی بینک کا مقصد سودی یعنی حرامی نظام سے نجات دلانا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی بینک میں زیادہ سے زیادہ امانتی رقوم جمع کر کے ایسے منافع بخش کاروبار میں اسے لگائے جس سے نہ صرف اسلامی بینک کاری کو فروغ حاصل ہو بلکہ ''رب المال'' (سرمایہ دار) کو منافع کا اتنا حصہ بھی ملے جو موجود شرح سود کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا کہ اس طرح اس طریقہ کار کو بیش از بیش استحکام ملے۔

﴿10﴾

دسویں بات نویں بات سے پیوستہ ہے وہ اس طرح کہ نمبر 9 میں آپ نے اسلامی بینک کی کچھ اصطلاحات پڑھیں جیسے مشارکت، مضاربت اور مرابحت وغیرہ ان

اصطلاحات کی وضاحت تو کتاب میں آپ دیکھیں گے ان شاء اللہ اگر آپ نے مطالعہ کرنا مناسب سمجھا سردست مرابحت کی تعریف مختصر طور پر ذہن نشین کر لیں کہ یہ اصطلاح اسلامی بینک میں زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

''شریعت طاہرہ نے خرید و فروخت کے معاملے میں کچھ ارکان اور شرائط کی پابندی ضرور عائد کی ہے مگر اشیاء کی قیمتوں کے سلسلے میں کسی مخصوص مقدار کا تعین نہیں فرمایا وہ اسے باہمی رضامندی کا سودا گردانتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے کہ:

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ ہاں! اگر باہمی رضامندی کا سودا ہو تو کچھ حرج نہیں''۔(۲۹:۴)

لہٰذا بیچنے اور خریدنے والوں کو یہ حلال ہے کہ کسی بھی سامان کا کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ جتنے چاہیں دام طے کر لیں چنانچہ فتح القدیر میں ہے کہ: **لو باع کاغذة (بورقة) بالف یجوز ولا یکره** ''یعنی کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار روپے میں بیچا تو یہ جائز ہے مکروہ بھی نہیں۔''

حالانکہ کاغذ کا ایک ٹکڑا بلکہ پورا ورق آج اس ہوش ربا گرانی میں بھی چار آنے کا مل جاتا ہے لیکن مرابحت کی اصل جان عام تجارت نہیں جس کا ذکر قرآنِ کریم کی آیت میں کیا گیا ہے بلکہ مرابحت کی جان ادھار خرید و فروخت میں ہے کیونکہ:

اُدھار خرید و فروخت کی صورت میں شئے کے زائد دام کو مہلت دینے کی قیمت کہا جا سکتا ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ:

**لان الاجل شبها بالمبیع الا یریٰ انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل اه.**

(ہدایہ ص ۵۸ ج ۳ باب المرابحہ)

''کیونکہ میعاد کو مبیع سے یک گونہ مشابہت ہے لہٰذا اس کی وجہ سے قیمت زیادہ کی جا سکتی ہے۔''

نیز بیع عینہ جس کی صورت یہ ہے کہ........... مثلاً ایک شخص نے کسی تاجر سے دس روپے قرض مانگا اس نے قرض دینے کی بجائے اپنا دس روپے کا کپڑا بطور مرابحہ پندرہ روپے میں اس کے ہاتھ اُدھار بیچ دیا تاکہ وہ اسے بازار میں بیچ کر دس روپے حاصل کر لے

اس طرح اسے دس روپے مل گئے اور تاجر نے اُدھار کی وجہ سے پانچ روپے کا نفع سود کی آلودگی کے بغیر اس سے حاصل کرلیا جس کی ادائیگی میعاد پوری ہونے پر خریدار پر واجب ہو گی یہ بیع بلا کراہت درست ہے۔ (شامی ص ۲۷۹ ج ۶)

اس کی مکمل وضاحت بیسیوں صفحات میں بھی نہیں سماسکتی آپ کو صرف دیگ میں سے ایک دانہ دکھایا ہے اسے دیکھتے رہو کہ یہ بار بار دیکھنے کی چیز ہے اس پر غور کرتے رہو کہ یہ اسلامی بینک کی اصل بنیاد ہے جس پر پوری عمارت تعمیر کی گئی ہے۔

﴿11﴾

گیارہویں بات یہ ہے کہ موجودہ اسلامی بینک کی بنیاد اکیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی دیکھنے سننے میں آئی اور علمائے گرامی قدر کا زور جو دوسرے بینکوں کے خلاف صرف ہورہا تھا اسلامی بینک کی تشکیل کی طرف منتقل ہوگیا۔ 2005ء میں اس بینک نے اپنے کھاتہ داروں کو افراط زر کے مقابلے میں تاریخی شرح منافع دے کر جو زبردست استحصال کیا ہے وہ عموماًاس استحصال سے بھی زیادہ رہا جو سودی بینک گزشتہ کئی دہائیوں سے وقتاً فوقتاً کرتے رہے تھے۔ اسٹیٹ بینک نے گذشتہ پانچ برس سے یہ غیر اسلامی اور تباہ کن پالیسی اختیار کررکھی ہے کہ ملک میں سودی بینک اور اسلامی بینک غیر معینہ مدت تک ساتھ ساتھ کام کرتے رہیں گے گویا اس حرامی نظام کو دوام بخش دیا گیا ہے۔ اس ملک عزیز میں بینکوں کے مجموعی ڈیپازٹس کا حجم تقریباً 2800 ارب روپے ہے جب کہ اسلامی بینکوں کا حجم اس کا 4% کے برابر ہے باقی 96% سودی بینکوں کے پاس ہے جو بینک فی الحقیقت مارکیٹ کو کنٹرول کررہے ہیں۔ جب سودی بینک شرح سود میں اضافہ کرتے ہیں تو اسلامی بینک بھی ان کے نقش پا پر چلتے ہوئے اپنی شرح منافع اپنے طریقہ کے مطابق بڑھادیتے ہیں اور جب سودی بینک شرح سود میں کمی کرتے ہیں تو اسلامی بینک بھی اپنے طریقہ کے مطابق اپنی شرح منافع کم کردیتے ہیں۔ یہ بات صرف بات نہیں گذشتہ برس کا حساب جس کی وضاحت اخبارات میں آچکی ہے اور رجسٹروں میں محفوظ ہے اُس کو دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے گویا باہر سے دونوں قسم کے بینک الگ الگ ہیں لیکن اندر سے دونوں کا طریق کار

ایک ہے اور وہ کیسے نہ ہو جب کہ دونوں کا اصل منبع اسٹیٹ بینک ہے گویا کنواں ایک ہے ڈول الگ الگ ہیں اسلامی بینک کا ڈول اگرچہ حجم میں چھوٹا ہے لیکن پانی بہر حال اس کا پاک ہے کیونکہ وہ حلالی ہے اور اُس کی تمام اسکیموں کے نام اسلامی ہیں اور گرفت بھی اُس کی زیادہ مضبوط ہے کیونکہ یہ ملک بھی اسلامی ہے اور خصوصاً حکومت بھی۔

حکومت نہایت خلوص نیت کے ساتھ ملک کا سارا نظام اسلامی بنانے میں نہایت مخلص ہے اس کے اخلاص کی کھلی دلیل یہ ہے کہ 1979ء سے وہ اس حرامی نظام بینک کاری کو ختم کرنے کا عزم کیے ہوئے ہے اور پھر عزم اتنا پختہ ہے کہ 1979ء میں دس سال کی مدت میں اس کو ختم کرنا طے پایا تھا یعنی 1989ء میں لیکن یہ فیصلہ 14/نومبر 1991ء کو سنایا گیا اور اس فیصلہ میں یکم جولائی 1992ء میں سود تمام قانونی کتب سے خارج کرنے کی اپیل کی گئی تاہم مقرر وقت سے پہلے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی جس کی سماعت مارچ 1999ء سے شروع ہوئی اور پوری بحث وتمحیص کے بعد عدالت عالیہ نے 23/دسمبر 1999ء کے فیصلے میں سود پر مبنی مالیاتی نظام کو شرعی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے 30 جون 2001ء تک کی مہلت دی لیکن اس کے ساتھ ہی یونائیٹڈ بینک نے سپریم کورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف اس کو کالعدم قرار دینے کی اپیل دائر کر دی عدالت نے اپنے مختصر فیصلہ مورخہ 24/جون 2002ء کو دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا جس کے نتیجہ میں 1979ء سے شروع ہو کر 1999ء تک کی ساری بحث ختم ہو کر رہ گئی اگر آپ اس مدت میں اس سلسلہ کے اخراجات کا اندازہ لگائیں تو شاید اوسان خطا ہو جائیں اور جو نتیجہ نکلا وہ دم بخود کر دینے والا ہے۔ جس پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا جا سکتا ہے۔

﴿12﴾

بارھویں بات یہ ہے کہ دنیا بھر میں ماہرین اسلامی بینک کاری کا باریک بینی سے مختصر جائزہ اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ:

ا۔ ”نیوز ویک“ نے چند برس قبل کہا تھا کہ اسلامی بینک کاری کے بڑے مرکز ملائیشیا میں اسلامی بینک کاری کے تحت نصف سے زائد قرضے غیر مسلموں کو دیئے گئے ہیں۔ پاکستانی

بینکار شاہد حسن صدیقی کا بیان ہے کہ اسلامی بینک کاری کا مقصد صرف سودی کاروبار سے پرہیز نہیں ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی بینکوں کو اسلامی اقدار کے مطابق رکھا جائے جیسے سماجی انصاف کی فراہمی اور دولت کی منصفانہ تقسیم اور وہ ایسی اکاؤنٹنگ کو مسترد کرتے ہیں جس میں اسلامی بینک یہ دعویٰ کریں کہ وہ سود نہیں لے رہے مگر اسکیمیں اس طرح بنائیں جس کے تحت وہ سرمائے کی فراہمی کو خرید وفروخت کا نام دے دیں۔

رائیٹر کی ایک رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ اسلامی بینکاری کے تحت سرمایہ کاری کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ ان کی سرمایہ کاری شرعی اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں اور اس میں بڑے پیمانہ پر سرمایہ کاری غیر مسلموں کی ہوتی ہے۔ مزید کہا گیا کہ اسلامی نظام بینک کاری کے تحت سرمایا (قرضے) حاصل کرنے والوں میں بڑے بڑے کثیر القومی ادارے مثلاً ''شیل'' شامل ہیں اس طرح ملائیشیا میں اسلامی بینکاری کے تحت رقوم جمع کرانے والوں میں ستر فی صد چینی نژاد غیر مسلم شامل ہیں۔

سعودی عرب اور خلیج کے ممالک کے دو لاکھ شہریوں کے مغرب اور دوسرے غیر اسلامی ملکوں میں 100 ارب ڈالر کے اثاثے ہیں جب کہ دنیا بھر میں اسلامی بینکوں کے مجموعی ڈپازٹس کا حجم اس سے ایک تہائی سے بھی کم ہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ جب غیر مسلم بینکاروں نے دیکھا کہ صرف نام کی تبدیلی سے وہ اسلامی بینکاری کے نام پر اربوں ڈالر کا کاروبار کر سکتے ہیں تو وہ بھی میدان میں کود پڑے اور بڑے بڑے انٹرنیشنل بینکوں نے بھی اسلامی بینکاری شروع کر دی۔ یہ بات اس خطرے کا اشارہ دیتی ہے اگر اسلامی بینکوں نے اسلامی بینکاری کو فروغ دینے کے لیے جدّت پسندی کا مظاہرہ نہ کیا تو عنقریب مغربی ممالک اسلامی بینکاری کو یرغمال بنالیں گے اور ان کو اپنے انداز سے چلائیں گے۔

ایک مضحکہ خیز سوچ اسلامی بینکوں میں جنم لے رہی ہے کہ اگر پاکستان سمیت دنیا بھر میں سودی بینک اسلامی بینکاری کی شاخیں قائم کر سکتے ہیں تو پھر اسلامی بینک کو بھی سودی بینکوں کی شاخیں قائم کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اور یہ بات ممکن اس لیے ہے کہ

اسلامی بینکاری محض ایک دکھاوے کی چیز ہے۔ جس کا نام یہ تجویز کر دیا گیا ہے طریق کار میں جو فرق ہے اس کو اپنانے سے بینکروں کا فائدہ ہے نہ کہ عوام کا جو اپنا سرمایہ بینک میں رکھنا چاہتے ہیں خواہ کوئی بینک ہو ہاں! اگر اسلامی بینک کو وہ ترجیح اس صورت میں دے سکتے ہیں کہ وہ اس نام کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اگر سرمایہ دار کو سرمایہ ملے تو اس کو اس نام میں کوئی دلچسپی نہیں رہے گی۔ اسلامی بینک کیا کرتے ہیں صرف اور صرف یہی کہ وہ مرابحہ اور اجارہ وغیرہ کے تحت بڑے پیمانے پر سرمایہ فراہم کر کے اور کھاتہ داروں کو حقیقی منفی شرح سے منافع دے کر اسلامی بینکاری کے شعبے میں کامیابیوں کے دعوے کیے جارہے ہیں۔

اس کتاب کے اندر جو کچھ پیش کیا گیا ہے اُس کی ایک جھلک آپ کو ان باتوں میں پیش کر دی ہے اگر آپ نے ان کا مطالعہ ذرا سوچ سمجھ کر کیا تو سودی بینک کاروبار اور اسلامی بینک کاروبار کی پوری وضاحت مل جائے گی۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ بات ایک بار پھر آپ کے کانوں تک پہنچا دینا چاہتے ہیں کہ بینک کاری نئی ہو یا پرانی اگر اسلامی خطوط پر چلائی جائے تو اس غربت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جس میں اسلامی ملکوں اور خصوصاً پاکستانی آبادی کا ایک کثیر حصہ مبتلا ہے اور اس طبقہ کے لوگوں کو ضروریاتِ زندگی فی الحقیقت میسر نہیں اور اس کے برعکس ایک طبقہ وہ ہے جو قارون و فرعون کے خزانوں کو بھی بہت پیچھے چھوڑ گیا ہے پاکستان کے عوام اگر فی الواقعہ سولہ کروڑ ہیں تو ان میں بمشکل چار کروڑ لوگ ایسے ہوں گے جو محض اپنی ضروریاتِ زندگی خوش اسلوبی سے پوری کر رہے ہوں کہ وہ دوسروں کی طرف نہ دیکھتے ہوں۔

یہ بات حتماً اور قسماً کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان کے فرعونوں کی دولت جو دوسرے ممالک میں جا کر اپنے ملک یعنی حکومت کو روز بروز اربوں روپے کے قرضے میں دھکیل رہی ہے اس ملک میں واپس لائی جائے تو یہ ساری صورتِ حال ایک دن میں بدل سکتی ہے اگرچہ ''ایں خیال است و محال است و جنوں''

عبدالکریم اثری

جامع العنائیہ جناح اسٹریٹ گجرات

❁❁❁

## حلال وحرام

حلت وحرمت کی گمراہی بھی اقوام عالم کی گمراہیوں میں سرفہرست رہی ہے۔ ہر قوم میں ”حلال کیا ہے اور حرام کیا“ کی بحث اُٹھائی گئی اور ہر قوم کے مذہبی راہنماؤں نے اس میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیا ہے اور پھر جس کو چاہا حرام اور جس کو چاہا حلال کر دکھایا۔

نزول قرآن کے وقت اہل کتاب کے دونوں گروہ یعنی یہود ونصاریٰ اور مشرکین مکہ بھی اس گمراہی میں مبتلا تھے اور انہوں نے اپنے اوہام سے طرح طرح کی چیزیں حرام ٹھہرا دی تھیں اور اس اوہام پرستی کا نام انہوں نے شریعت کا حکم قرار دیا ہوا تھا۔

قرآن کریم نے ان کی اس گمراہی کا اس طرح ذکر کیا ہے:

**وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ o (۱۱۶:۱۶)**

”اور ایسا نہ کرو کہ (حلت وحرمت کے متعلق) تمہاری زبانوں پر جو جھوٹی بات آ جائے بے دھڑک نکال دیا کرو اور (اپنے جی سے) حکم لگادو کہ یہ چیز حلال ہے، یہ چیز حرام ہے۔ اس طرح حکم لگانا اللہ پر افتراپردازی ہے اور جو لوگ اللہ پر افتراپردازیاں کرتے ہیں وہ کبھی فلاح پانے والے نہیں۔“

زیرنظر آیت اور اس جیسی بیسیوں دوسری آیات ان لوگوں کے خلاف حجت قاطع ہیں جو محض اپنے گھڑے ہوئے قیاسوں کی بناپر جس چیز کو چاہتے ہیں حرام ٹھہرا دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں حلال قرار دے دیتے ہیں۔

بدقسمتی سے دین اسلام کے مذہبی راہنماؤں نے بھی پہلے دین اسلام کو مذہب میں تبدیل کیا اور پھر دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی حلت وحرمت کے معاملہ میں بھی وہی کچھ کیا جو دوسری اقوام عالم کرتی آ رہی تھیں۔

اس وقت اپنی دینی نہیں مذہبی کتب اُٹھا کر دیکھ لو جو فقہ کے نام سے منسوب ہیں تو

پیش کی جاسکتی۔ اس لیے لفظ "سود" کو ہم زیر نظر کتاب میں "الربوا" کے معنوں میں ہرگز استعمال نہیں کریں گے لیکن جہاں لوگوں نے استعمال کیا ہے اُس کو ترک بھی نہیں کر سکتے۔

ہاں! نفع کی ضد نقصان ہے اور قرآنِ کریم کی تعلیمات میں واضح ہے کہ بعض ایسی چیزیں ہیں جن میں انسان کے لیے نفع بھی ہے اور نقصان بھی لیکن اس کے لیے ایک اصول بتایا گیا ہے کہ جن چیزوں میں نفع کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہو ان کو چھوڑ دو اور جن چیزوں میں نقصان کے مقابلہ میں نفع زیادہ ہو ان کو اختیار کرو (۲:۲۱۹)

اسی اصول کے پیش نظر "الربوا" کے معنوں میں نفع کا استعمال کرنا "سود" کے استعمال سے زیادہ موزوں ہے کیونکہ "الربوا" کے مادہ میں نفع کا عنصر موجود ہے فرق یہ ہے کہ اس نفع کے عنصر کے باوجود اس میں نقصان زیادہ ہے اس لیے اس نفع کو ترک کر دینا ضروری ہے کیونکہ ایک فرد کے معمولی نفع حاصل کرنے سے قوم کے اس کمزور حصہ کا مجموعی نقصان ہے جس کمزور حصہ کو تعلیمات قرآنی کے مطابق محض دینا ہی دینا ہے۔ جس سے دیا ہوا لینا بھی کتے کے قے چاٹنے کے مترادف ہے۔ فافہم فتدبر

## مفتی پاکستان کا اعترافِ حقیقت

مفتی محمد شفیع صاحب جو مفتی پاکستان کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں تحریر کرتے ہیں کہ "قرآن حکیم میں جس چیز کو بلفظ ربا حرام قرار دیا ہے اس کا ترجمہ اردو زبان کی تنگ دامانی کے باعث عام طور پر لفظ "سود" سے کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ربا اور سود دونوں عربی اور اردو میں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں بلکہ ربا ایک عام اور وسیع مفہوم رکھتا ہے۔"

اور ہم نے اوپر واضح کیا ہے کہ "ربا" اور "الربوا" میں بھی ایک خاص فرق ہے کیونکہ یہ لفظ ایک مخصوص مفہوم کے لیے بولا جاتا ہے جس کو "الف لام" کے عرف یعنی لام تعریف نے مخصوص کر دیا ہے۔

## یک نہ شد دو شد

ایک غلطی تو یہ ہوئی کہ "الربوا" کے معنی سود کر دیئے گئے اور دوسری غلطی یہ کی گئی کہ "الربوا"

کی تعریف عربی زبان میں یہ کی گئی کہ کُلُّ قَرْضٍ جَرٌّ مُنفَعَةً فَهُوَ رِبٰوا یعنی جو قرض کچھ نفع کمائے وہ ربوا ہے۔ پھر اس عربی عبارت کو حدیث قرار دیا گیا تا کہ بات زیادہ پختہ ہو جائے۔ یہ بحث تو اپنے مقام پر آئے گی کہ آیا یہ عربی عبارت حدیث ہے؟ جس کے متعلق ہم قبل از وقت اتنا عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ کوئی صحیح حدیث نہیں اس وقت عرض یہ کرنا ہے کہ کیا قرض میں فقط روپیہ ہی آتا ہے یا ہر چیز قرض میں لی دی جا سکتی ہے کسی آدمی کو سو روپے اُدھار دیں تو وہ قرض ہے اور اگر اُس کو سو روپے کا سودا سلف دیا جائے تو کیا یہ قرض نہیں؟ ایک آدمی کو ایک لاکھ روپیہ اُدھار دیا جائے تا کہ وہ اپنی ضرورت کے لیے کار خرید لے تو یہ قرض ہے لیکن اگر اُس کو ایک لاکھ روپے کی کار خرید کر دی جائے تو یہ قرض نہیں؟

اگر دونوں قرض ہیں تو دونوں پر نفع حرام ہونا چاہیے اگر پہلا یعنی نقد روپیہ قرض ہے اور دوسرا یعنی سودا سلف قرض نہیں تو آخر کیوں اور کیسے؟ نقد روپیہ جو قرض دیا گیا ہے کیا وہ کمایا نہیں گیا؟ وہ خود بخود کہاں سے آ گیا ہے؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح روپیہ فی نفسہٖ کچھ نہیں کما سکتا اسی طرح کوئی مال بھی خود بخود کچھ نہیں کما سکتا خواہ کسی شکل وصورت میں ہو یہ محض لفظوں کا ایرپھیر ہے اور بچوں والی پہیلی ہے کہ آپ بتائیں مرغی پہلے یا انڈا۔

غلطی کیوں اور کیسے؟

اب قابل غور بات یہ ہے کہ غلطی ہوئی کیوں؟ جہاں تک بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ جو معنی عربی زبان کے ''ربا'' کے تھے بالکل اس سے ملتے جلتے معنی فارسی زبان کے لفظ ''سود'' کے تھے جو اردو زبان میں بھی مستعمل ہے اور اُن ہی معنوں میں ہے، پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ عربی زبان کے لفظ ''ربا'' کے معنی اردو زبان میں بڑھوتری، زیادتی، پرورش، نفع، اضافہ اور بلندی کے ہیں۔

فارسی زبان کے لفظ ''سود'' کا مطلب بھی بعینہٖ یہی ہے نفع، فائدہ، اضافہ اور بڑھوتری پھر یہ لفظ زیاں کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ زیاں نقصان کا دوسرا نام ہے۔

کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں
ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

جس طرح نفع نقصان اردو زبان میں بولے جاتے ہیں بالکل اسی طرح ''سود وزیاں'' بھی اردو ادب میں بولے اور لکھے جاتے ہیں، یہ باعث ہوا کہ عربی زبان کے لفظ ''ربا'' کے معنی فارسی زبان کے لفظ ''سود'' سے کردیئے گئے جو اردو زبان میں بھی استعمال ہوتا تھا اور ''ربا'' اور ''سود'' کا جو فرق تھا وہ ذہن میں نہ آیا۔ اس طرح ''ربا'' اور ''الربوا'' کے فرق کو بھی نظر انداز کر دیا گیا اور ''ربا'' کے معنی ''سود'' ہو چکے تھے چنانچہ یہی معنی ''الربوا'' پر فٹ ہو گئے پھر جب ایک بار اردو زبان میں وہ تحریر ہو گئے تو بدستور ہوتے ہی چلے گئے اور یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ ''ربا''، ''الربوا'' اور ''سود'' ایک نہیں ہیں دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے لفظ ''سود'' کا استعمال اسی طرح بدستور جاری رہا۔

فارسی زبان کے لفظ ''سود'' کا ہم معنی عربی زبان میں تلاش کیا جانا ضروری ہے تو وہ ''ربح'' ہے جس کا مادہ (ر، ب، ح) ہے کیونکہ یہ وہ لفظ ہے جو تجارتی نفع کے لیے عربی زبان میں بولا جاتا ہے (۱۶:۲) نیز تجارت کے معاملہ میں نفع ونقصان کا تصور دیا جاتا ہے اور وہ کسی حال میں بھی اس سے الگ نہیں ہو سکتا جس طرح سود کے ساتھ زیاں ہے اسی طرح نفع کے ساتھ نقصان ہے اور تجارت میں دونوں کا احتمال ہے۔ اگرچہ تجارت صرف اور صرف ''ربح'' یعنی نفع کی غرض سے کی جاتی ہے نقصان کی غرض سے نہیں لیکن اس دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں پایا جاتا جس کی ہر غرض پوری ہو اس طرح اس دنیا میں ایسی کوئی تجارت موجود نہیں جس میں نقصان کا احتمال موجود نہ ہو۔

تجارت کے اس احتمال نے ہمارے مذہبی پیشواؤں اور بڑے بڑے متبحر علمائے کرام اور مفتیانِ شرح متین کے اذہان کو مسخ کر دیا اور وہ پہلے تو یہ سمجھ بیٹھے کہ ''ربا'' میں نفع طے پا گیا ہے اور اب اس میں نقصان کا احتمال ختم ہو گیا ہے لہٰذا انہوں نے متفقہ فتویٰ نافذ کر دیا کہ جس چیز میں نفع طے پا جائے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے حالانکہ یہ ان کے ذہن کی اختراع ہے دین اسلام میں اس کا کوئی تصور موجود نہیں اور اسی طرح یہ بھی کہ نفع طے پا جانے کے بعد نقصان کا تصور ختم ہو جاتا ہے فی نفسہ یہ بات بھی صحیح نہیں۔ انسان ایک بار نہیں سو بار یہ بات طے کرتا رہے پھر بھی نقصان کا تصور ختم نہیں ہو سکتا یہ صرف انسان کی غرض ہے اور یہ

بات اوپر واضح کر دی گئی ہے کہ اس دنیا میں کوئی انسان ایسا موجود نہیں جس کی ہر غرض پوری ہو جانا ضروری ہو۔

لاریب آج تک ہم بھی یہی سنتے آ رہے ہیں کہ ''ربا'' اس لیے حرام ہے کہ اس میں منافع طے ہو جاتا ہے اور جس چیز میں منافع طے ہو جائے وہ حرام ہو جاتی ہے نہ یہ بات کل صحیح تھی نہ آج صحیح ہے کیونکہ دین اسلام میں اس کا کوئی ثبوت کوئی حوالہ کوئی رٹن (Written) موجود نہیں۔ ہاں خیال رہے کہ دین اسلام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا نام ہے لوگوں کی آراء و تخیلات کا نام نہیں خواہ وہ کوئی ہوں کون ہوں، کہاں ہوں اور کیسے ہوں؟

ان شاء اللہ ہم آگے چل کر یہ بات ثابت کریں گے اس وقت وہ لوگ بھی اس بات پر عملاً قائم نہیں رہے کہ اگر منافع طے ہو جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے ہاں! ان کی نئی نئی تاویلیں پڑھ کر حیرانگی ہوتی ہے کہ یہ بڑے بڑے نام رکھنے والے کر کیا رہے ہیں اگرچہ ان کے ناموں کا رعب ابھی قوم پر کافی حد تک طاری ہے لیکن اس دنیا میں دوسری قومیں بھی بستی ہیں وہ ان کی تحریروں کو پڑھتی ہیں تو ان کے خیال پر کیا گزرتی ہے اور وہ ہمارے اس قومی سرمایہ کے متعلق کیا کچھ سوچتے ہیں کچھ کچھ معلوم ہونے کے باوجود ابھی اس کا ذکر کرنا شاید مفید نہ ہوگا اس لیے اس بات کو اسی جگہ ختم کر دینا مناسب ہے۔

## حلال و حرام کہنے کا حق

گذشتہ مضمون میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ''الربوا'' کا ترجمہ ''سود'' کے لفظ سے کرنا صحیح نہیں، اگر یہ بات قارئین تسلیم کرتے ہیں تو پھر جان لینا چاہیے کہ ''سود'' کو حرام کہنا بھی صحیح نہیں اور قرآنِ کریم سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ رب کریم کی حلال کردہ کسی بھی چیز کو حرام کرنے کا حق کسی عام انسان کو تو کیا نبی اعظم و آخر ﷺ کو بھی نہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشادِ الٰہی ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌo (١:٦٦)

وہ کون ہوں، کہاں ہوں اور کیسے ہوں کیونکہ انسانوں کی رائے ظن اور تخمین کی حیثیت رکھتی ہے بلاشبہ ظن قابل عمل ہے لیکن قابل تقلید نہیں کیونکہ یہ حالات زمانہ کے ساتھ خود بخود بدلتا رہتا ہے کتنے ظن تھے جو زمانہ یعنی وقت نے یقین میں بدل دیئے ہیں اور کتنے ہیں جو مزید پیدا ہو گئے ہیں اور یہ سلسلہ وقت کے ساتھ اس طرح جاری وساری رہنا چاہیے حتمی اور آخری فیصلہ فقط کتاب اللہ کا ہے اور کتاب اللہ کا اعلان ہے کہ عموماً اکثر لوگوں کا خیال صحیح نہیں ہوتا اس لیے اکثریت کا خوف دل میں ہرگز ہرگز نہیں لانا چاہیے اس لیے قرآنِ کریم کی روشنی کے بغیر محض عقیدت کی بنیاد پر اپنے مجددین کی بتائی ہوئی راہ پر چلنا گمراہی کا باعث ہوسکتا ہے۔ رب کریم کے ارشاد کے مطابق اکثریت ہر زمانہ میں جاہل اور لاعلم ہوتی ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں آپ ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ○ (۶:۱۱۶)

''اے پیغمبر اسلام! اگر تم ان لوگوں کا کہا مانو جو آج روئے زمین میں سب سے زیادہ ہیں تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں (کیونکہ وہ سب بھٹکے ہوئے ہیں) وہ پیروی نہیں کرتے مگر محض گمان کی۔ وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ شک اور گمان میں قیاس آرائیاں کرتے رہتے ہیں۔''

زیر نظر آیت قرآنِ کریم کی اُن آیات کریمات سے ہے جن کی نزاکت کو سمجھنے کی بہت کم کوشش کی گئی ہے اور صدر اول یعنی خلافت راشدہ کے بعد سے آج تک ان کو ان کا اصل مقام نہیں دیا گیا۔ اس آیت کے پہلے حصہ کا ترجمہ کرکے چھوڑ دیا گیا اور اگر کسی نے کچھ کہا تو اتنا مختصر کہ اصل حقیقت پر مزید پردہ ڈال دیا جس سے مطلب پہلے سے بھی زیادہ مستور ہو گیا۔

یہ مقام زیادہ تفصیل کا نہیں ہم نے اپنی تفسیر عروۃ الوثقیٰ جلد سوم میں سورہ الانعام کی اس مذکورہ آیت کے تحت تمام اردو مترجمین کا ترجمہ اور موجودہ مفسرین کی تفسیر کی ایک جھلک دکھائی ہے بعد ازیں اپنی تفہیم کی وضاحت کے بعد قرآنِ کریم کہ تقریباً ۸۵ آیات کریمات

درج کی ہیں جن سے بات روز روشن کی طرح عیاں ہے تفصیل کیلئے سورہ الانعام کی محولہ آیت کی تفسیر دیکھیں جو تقریباً پندرہ سولہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔اسی سلسلہ میں کسی نے کہا ہے۔

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

## قرض کیا ہے؟

قرض وہی ہے جس کو ہماری عام زبان میں ادھار کہتے ہیں یعنی کسی بھائی کو ضرورت پڑ جائے تو وہ اپنی ضرورت کو کسی مالدار بھائی سے اپنی ضرورت کی چیز ادھار مانگ لے اور مالدار یعنی اُس چیز کا مالک ،اگر اُس چیز کو دے سکتا ہے تو کچھ وقت کے لیے دے دے تا کہ اُس کے بھائی کا کام چل جائے اور وہ اپنے بھائی کے لیے آسانی کا باعث بنے۔گویا قرض مانگی ہوئی چیز یعنی مستعار لی ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے۔

یہ لفظ ہماری اردو زبان میں بھی بولا جاتا ہے فارسی اور عربی زبان میں بھی اگرچہ فی نفسہٖ یہ لفظ عربی زبان کا ہے لیکن عربی میں یہ لفظ ادھار کے ضمن میں نہیں بولا جاتا بلکہ ادھار کے لیے عربی زبان میں لفظ دین استعمال ہوتا ہے۔کم از کم قرآنِ کریم میں یہ لفظ ادھار کے متعلق قطعاً استعمال نہیں ہوا۔

ادھار لین دین کے لیے جو طریقہ اسلام نے بیان کیا ہے اس کی مکمل تفصیل سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں کر دی گئی ہے اس جگہ اس کے بیان کی حکمت کیا ہے اس کے متعلق تفصیل بعد میں اپنے مقام پر آئے گی کیونکہ یہ ''الربوا'' کی آیات کے معاً بعد بیان ہوا اس لیے اس کا تعلق بھی یقیناً ''الربوا'' کے ساتھ ہے۔لہٰذا اس کی وضاحت ''الربوا'' کی وضاحت کے بعد آئے گی تو دونوں ایک دوسرے کی وضاحت کر دیں گے جو یقیناً منشائے ایزدی ہے ورنہ آیات ''الربوا'' کے معاً بعد اس کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ تاہم ''قرض حسنہ'' کا لفظ قرآنِ کریم میں ایک سے زیادہ بار استعمال ہوا جو مجرد قرض یا دین سے ایک مختلف چیز ہے نیز قرآنِ کریم میں صرف ''قرض'' کا لفظ بھی آیا ہے تو وہ بھی اسی قرض حسنہ ہی کے ضمن میں آیا ہے ادھار کے ضمن میں نہیں۔

## قرآنِ کریم کا قرض یا قرض حسنہ

القرض، قطع کرنا، کاٹنا، الگ کر دینا قرآنِ کریم میں اس کا مادہ (ق، ر، ض) سے جو الفاظ آئے ہیں اُن کی آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ان کے درج کرنے کی ضرورت اس جگہ یوں ضروری ہے کہ ہماری تفہیم میں ''قرض حسنہ'' صرف وہ ہے جو مستحقین میں اس طرح دیا جائے کہ نہ تو ان پر احسان ہو اور نہ دینے کے بعد اُس کے واپس لینے کی کوئی صورت ہو گویا وہ مستحقین کو محض اللہ کی رضا کے لیے اپنی ملکیت سے الگ کر کے ان کی ملکیت میں بغیر کسی دنیوی معاوضہ کے دے دیا جائے اور وہ اپنی مرضی سے جیسے چاہیں اُس کو استعمال کریں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ تصور ہم نے سوائے قرآنِ کریم کے کسی سے بھی نہیں سنا اور نہ ہی اس کی تفسیر میں کسی مفسر نے اس کو اس اندازِ فکر سے بیان کیا ہے۔کیوں؟ ہمارے خیال میں ''الربوا'' کے غلط تصور نے اُن کو اس طرح قرآنِ کریم کو قرآنِ کریم کے اندر رہ کر تصریف آیات کے تحت سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا اور دیا ہوا راس المال اُن کے ذہن سے نکل نہیں سکا حالانکہ راس المال کا مطالبہ صرف اور صرف دیئے جا چکے ہوئے مال کے متعلق تھا دیئے جانے والے مال کے متعلق ہرگز نہیں تھا۔وہ بھی اسی شرط پر کہ لینے والا دینے کی پوزیشن میں ہو اگر وہ اس پوزیشن میں نہ ہو تو اُس کا مطالبہ بھی اخلاقاً نہ کرنا بہتر بتایا گیا۔اب اُن آیاتِ کریمات کا مطالعہ کریں جو ''الربوا'' کی حرمت کی وضاحت کے ساتھ اُس کی جڑ کاٹ دینے کے لیے نازل کی گئیں۔

## قرض حسنہ کے لیے قرآنی آیات

۱۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَاللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ط (۷۳:۲۰)

''نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو اخلاص کے ساتھ قرض دیا کرو اور تم جو بھی نیک عمل اپنے لیے پہلے بھیجو گے اُسے تم اللہ کے ہاں بہتر اور اجر کے لحاظ سے بڑھا ہوا پاؤ گے۔''

۲۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْہُ لَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝

"اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ اس کو تمہارے لیے بڑھاتا جائے گا اور تمہاری کوتاہیاں بھی معاف کر دے گا اور اللہ بڑا قدر دان بڑا تحمل والا ہے۔" (۶۴:۱۷)

۳۔ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ (۵۷:۱۸)

"بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جو اللہ کو قرض حسنہ دیتے ہیں ان کو دوگنا (اجر) دیا جائے گا اور ان کے لیے بڑا ہی باعزت اجر ہے۔"

۴۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ (۵۷:۱۱)

"اور کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تو اللہ اُس کو اس سے دوگنا دے اور اُس کے لیے بڑا ہی عزت والا اجر ہے۔"

۵۔ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۝ (۵:۱۲)

"اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو تو میں ضرور تم سے تمہاری برائیاں محو کر دوں گا اور تمہیں ضرور باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔"

۶۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (۲:۲۴۵)

"کون ہے جو اللہ کو خوش دلی کے ساتھ قرض دیتا ہے تاکہ اللہ اُس کا دیا ہوا دوگنا کر کے ادا کرے؟ اور رزق کی تنگی اور کشائش کا رشتہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اُس کے حضور تم سب کو لوٹنا ہے۔"

ان آیاتِ کریمات کو بار بار پڑھو تم پر واضح ہو جائے گا کہ قرض حسنہ کیا چیز ہے؟ یقیناً تم اس نتیجہ پر پہنچو گے اللہ رب کریم کی راہ میں خرچ کیا جانے والا مال ہی قرض حسنہ سے تعبیر ہوتا ہے گویا یہ وہ مال ہے جس کو دیا جاتا ہے اُس سے واپس لینے کا کوئی تصور اس میں نہیں پایا جاتا کیونکہ اللہ کی رضا میں خرچ ہونے والا ظاہر ہے کہ براہ راست اللہ کے ہاتھ میں تو نہیں دیا جاتا بلکہ فقط اُس کی رضا چاہنے کے لیے وہاں دیا جاتا ہے جہاں دینے کا وہ حکم

دیتا ہے۔ مال دے کر جس کو دیا گیا ہو اُس سے بغیر اضافہ کے واپس لینے پر یہ لفظ قرآنِ کریم میں ہرگز نہیں بولا گیا۔

قرض حسنہ اور ہم

ہمارے ہاں قرض حسنہ کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ مال جو بغیر اضافہ کے کسی کو ادھار دیا جائے تا کہ وہ مدت ادھار گذرنے کے بعد دینے والے کو واپس دے دے وہ قرض حسنہ ہے حالانکہ قرآنِ کریم کی زبان میں یہ دین ہے قرض حسنہ چھوڑ قرض بھی نہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ عربی زبان کے الفاظ کے معنی کا مسئلہ اور ہے اور قرآنِ کریم میں ان کے استعمال کا مسئلہ دوسرا ہے۔ اس لیے قرآنِ کریم جس مصلحت کے تحت کسی لفظ کو استعمال کرتا ہے جہاں وہ مصلحت پیش نظر نہ ہو وہ اس لفظ کو وہاں استعمال نہیں کرتا اگرچہ وہ عربی زبان ہی کا لفظ ہو اور قرآنِ کریم کی خاص زبان کے علاوہ وہ بولا بھی جاتا ہو۔

اگر یہ بات آپ نے اچھی طرح ذہن نشین کر لی تو ان شاء اللہ آپ کو ''الربوا'' کی اصل حقیقت اور اُس کی حرمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا کیونکہ ''الربوا'' کا لفظ قرض حسنہ کی طرح مخصوص مصلحت میں استعمال ہوا ہے عام ''ربا'' کے معنی میں نہیں اگرچہ ''ربا'' کا لفظ عربی زبان کا ہے اور اس کے معنی بھی اضافہ اور بڑھوتری، نفع اور فائدہ کے ہیں اور قرآن کریم کی زبان میں اس کی ممانعت موجود ہے لیکن حرام نہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ ''ربا'' ہو یا ''الربوا'' اس کے معنی سود کے نہیں بلکہ نفع اور فائدہ کے ہیں ہاں! اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ نفع اور سود، اضافہ اور فائدہ سب ایک دوسرے کے مترادف ہیں تو پھر ''ربا'' ہو یا ''الربا'' اس کے معنی سود کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح جو قرض بھی واپس لینے کی نیت سے نہ دیا جائے نہ اُسے واپس لیا جائے وہ قرآن کی زبان میں قرض حسنہ ہو جائے گا اگر جس کو دیا ہے اُس سے واپس لینے کی نیت ہو گی اور واپس لیا جائے گا چاہے بغیر اضافہ ہی کے ہو وہ قرض حسنہ نہیں ہو سکتا۔

معاشرہ کے اجزا

معاشرہ کوئی بھی ہو اسلامی یا غیر اسلامی اُس کو چاہے کتنے اجزا میں تقسیم کریں یا تمام

اجزا کو ختم کرنے میں مصروف کار ہوں اُس کے دو جزو ہر حال میں رہیں گے ایک کمانے والا اور دوسرا نہ کمانے والا۔ لیکن ضروریاتِ زندگی دونوں کے لیے یکساں ضروری ہیں جس سے یہ بات خود بخود فطرۃً سمجھ میں آ جاتی ہے کہ کمانے والے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ نہ کمانے والے لوگوں کی ضروریاتِ زندگی ہر حال میں پوری کریں ورنہ نہ کمانے والے زندہ نہیں رہ سکیں گے اور معاشرہ خود بخود نابود ہو جائے گا۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ ہر کمانے والا اس دور سے گذرتا ہے کہ وہ کما نہیں سکتا تھا اور کمانے والوں ہی نے اُس کو کمانے کی حالت تک پہنچایا ہے خواہ اس کی صورت کوئی بھی ہو۔ اجتماعی ہو یا انفرادی حکومتی ہو یا غیر حکومتی، اپنی ہو یا بیگانی یہ اُس دور کا بیان ہے جو نہ کمانے والوں کا دور کہلاتا ہے جو پیدائش سے لے کر کمانے کی حالت تک پہنچنے کا ہے اور جس سے ہر انسان کو گذرنا پڑتا ہے خواہ وہ کون ہو، کہاں ہو اور کیسا ہو۔

بلاشبہ اس دور کی صورت حال مختلف ہوتی ہے اور اس طرح اس دور کی مدت بھی مختلف ہوتی ہے لیکن اس وقت ہم کو اس بحث کی ضرورت نہیں ضرورت اس کی ہے کہ کمانے والے لوگوں پر ایسے عوارضات آ سکتے ہیں کہ وہ باوجود کمانے کی عمر تک پہنچنے کے پھر کمانے کے قابل نہیں رہتے یا کما نہیں سکتے لیکن اس کے باوجود ضروریاتِ زندگی اُن کو بھی پوری کرنا پڑتی ہیں جس کی مختلف شکلیں ہو سکتیں ہیں اور ہر ایک شکل کا ماحصل یہی ہے کہ ان کی ذمہ داری پھر ان ہی لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو کما سکتے ہیں۔

## اسلام دین فطرت

اسلام جو دین فطرت ہے اُس نے تمام انسانوں کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا بھی ان لوگوں پر لازم قرار دیا ہے جو کما سکتے ہیں یا کمانے کے ذرائع اُن کو میسر ہیں وہ مختلف حالتوں سے گزرتے ہوئے اصل حالت تک پہنچنا چاہتا ہے کہ اسلامی حکومت اپنے دائرہ کے اندر رہنے والے لوگوں کی حالت کا ایسا بندوبست کرے کہ تمام لوگوں کی ضروریاتِ زندگی بہم پوری ہوں اور اپنے نظام کو اس طرح چلائے کہ حکومت کے دائرہ کے اندر رہنے والوں کو کسی قسم کی فکر نہ رہے پھر یہ نظام اتنا وسیع ہو کہ تمام دنیا کے لوگ ایک ہی خاندان کے

پیش کیا۔ انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا اس کے اندر جو قباحتیں پائی جاتی تھیں ان کی نشاندہی کی، ان کو دور کرنے کے طریقے بتائے مثالیں پیش کر کے تفہیم کرانے کی پوری کوشش کی، انسانیت کی اقدار کو اجاگر کیا۔ اپنی غرض کا بندہ ہونے کی بہت مذمت کی اخلاقیات کو بلند کرنے کے طریقے سکھائے بد اخلاقیوں کا قلع قمع کیا۔ معاملات کو لکھنے لکھانے پر زور دیا گواہیوں اور شہادتوں کو دیانتداری سے ادا کرنے کو لازم قرار دیا۔ غلط شہادت کی صرف مذمت پر اکتفانہ کیا اس کو قابل سزا جرم بتایا۔ کمزوروں کی امداد کرنا فرض قرار دیا مستحقین صدقہ وزکوٰۃ سے بالکل معمولی وصولی کو بھی ''الربوا'' کہہ کر اس کو حرام قرار دیا یہاں تک کہ اس کو حدیث کی زبان میں بغایا کی خرچی سے تعبیر کیا۔

## قرآنِ کریم کا طریقہ بیان

قرآنِ کریم میں چار مقامات پر ''ربا'' یا ''الربوا'' کا ذکر آیا ہے جو ترتیب نزول کے لحاظ سے اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ پہلا تذکرہ سورہ روم کی آیت ۳۹ میں، دوسرا تذکرہ سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۰ میں، تیسرا تذکرہ سورہ النساء کی آیت ۱۶۰، ۱۶۱ میں اور چوتھا تذکرہ سورہ البقرہ کی آیات ۲۷۵ تا ۲۸۲ میں۔ ان چاروں مقامات کو جب ہم الگ الگ مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ہر مقام پر ''ربا'' یا ''الربوا'' کے ذکر سے پہلے صدقہ اور خیرات یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا ہے اور بدستور اسی طرح اس کے تذکرہ کے بعد بھی صدقہ وخیرات ہی کا ذکر آیا ہے۔ اور چاروں مقامات پر یہ ترتیب قائم رکھی گئی ہے جس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی ''ربا'' یا ''الربوا'' کے ساتھ کوئی خاص نسبت ہے۔

اس پر مزید روشنی اس سے پڑتی ہے کہ جہاں ''ربا'' یا ''الربوا'' کا ذکر مختصر ہے وہاں اس کے تذکرہ سے قبل اور بعد صدقہ وخیرات کا ذکر بھی مختصر ہے اور جہاں ''ربا'' یا ''الربوا'' کا تذکرہ تفصیل سے آیا ہے وہاں اس سے پہلے اور بعد میں صدقہ وخیرات یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جس سے ہماری بات کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے مثلاً ''الربوا'' کا چوتھا تذکرہ جو سورہ البقرہ کی آیات ۲۷۵ تا ۲۸۰ چھ آیات میں کیا

گیا ہے وہاں ان آیات سے قبل آیت ۲۵۴ سے ۲۷۴ تک انفاق کا ذکر ۲۱ آیات میں مسلسل کیا گیا ہے اور اس کی تمام تفصیلات سے ان آیات میں بحث آ گئی ہے جس سے ان تفصیلات پر قرآنِ کریم کی اس سلسلہ کی دوسری آیات کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ اس جگہ بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ ''ربا'' یا ''الربوا'' کا تقابل ہمیشہ زکوٰۃ، صدقہ وخیرات اور انفاق فی سبیل اللہ جس میں قرض حسنہ سرفہرست ہے سے کرنا چاہئے لیکن افسوس کہ اسلام کے تمام مکاتب فکر نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کو بیع وشراء کے ساتھ بیان کیا ہے اگر یہ غلطی ہے تو تسلیم کی جائے اگر ہمارا استدلال غلط ہے تو اللہ کی رضا کے لیے ہماری تفہیم کرائی جائے۔

خیال رہے کہ بیع کے ساتھ اس کی نسبت اللہ نے کی ہے نہ اللہ کے رسول ﷺ نے بلکہ یہ اُن حرام خوروں نے نسبت دی ہے جن کو اس حرام خوری سے قرآنِ کریم کی زبان میں منع کیا گیا تھا کہ وہ مستحقین جو فقط لینے کے حق دار ہیں کیونکہ مالداروں کے مال میں ان کا حق ہے اگر وہ حق ان کی طرف نہیں لوٹائیں گے تو عنداللہ مجرم قرار پائیں گے پھر ان کے جرم کے مطابق ان کو سزا دی جائے گی تو انہوں نے نہایت چالاکی سے اپنے ''الربوا'' کو ''البیع'' کے ساتھ جوڑ دیا اور قرآنِ کریم نے ان کے اس طرزِ بیان کو بیان کرتے ہوئے ان کو انتباہ کیا لیکن افسوس کہ اُن کے اس ایک عیارانہ فقرہ نے ہمارے بڑے بڑوں کی مت مار دی اگر ایسا نہیں تو پھر میری مت ماردی، جب میں بڑوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ میری مت کو میری تفہیم فرما کر درست کر دیں تو وہ میری التجاء گذارش پر دھیان کیوں نہیں دیتے جب کہ میں زبان وکلام اور اپنی تحریرات میں اس کو بار بار دہرا رہا ہوں اور ایک عرصہ سے دوہراتا آ رہا ہوں۔

## بڑوں کی خاموشی کا ردِ عمل

میرے اس شور کا نتیجہ ہے کہ اردگرد سے بہت سے میری طرح کے ناخواندہ دوست اب میری اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے اپنے علم کے مطابق اس بنیاد پر کام کرتے ہوئے واضح طور پر نظر آ رہے ہیں گویا اب میں اس آواز میں اکیلا نہیں میرے ساتھ بہت سے ''سرسڑے'' آتے جا رہے ہیں جس سے ایک جم غفیر اکٹھا ہو جائے گا۔

ضروریاتِ زندگی بمشکل پوری کرسکتے ہوں وہ ان کوکسی نہ کسی طریقے سے اپنے قریب لانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو باور کراتے ہیں کہ یہ گھر تیرا اپنا ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہو کھلے دل سے طلب کرو ہماری جان تک بھی حاضر ہے جب وہ قریب آ جاتا ہے تو دیکھتے ہیں کہ اس کا کمزور پہلو کیا ہے اور کون سا پھندا اس پر کامیاب ہوسکتا ہے اگر وہ نشہ کی طرف جاتا نظر آتا ہے تو اُس کو سہولت فراہم کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ اُس پر لگا دیتے ہیں اگر وہ جوشیلا جوان ہے تو خاص طریقوں سے بری راہ پر لگا دیتے ہیں اور اس راستے کی سہولیات فراہم کرتے ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کو اتنا زیر بار کردیتے ہیں اور وہ اپنی نادانی کے باعث سمجھ نہیں سکتا اور اُلٹا ان کی ہمدردی کا مشکور ہوتا ہے تا آنکہ وہ وقت آ جاتا ہے کہ اس کو اس کی چند کنال زمین سے فارغ کردیا جاتا ہے لیکن وہ اس کو سہولت پہنچانے میں ذرا کمی نہیں آنے دیتے پھر وہ وقت بھی آ جاتا ہے کہ اُس کو اُس کے گھر سے بھی فارغ کردیا جاتا ہے لیکن جب تک اُس کے جسم میں جان اور طاقت باقی رہتی ہے وہ تعاون میں کمی نہیں کرتے اور اُس کی جسمانی طاقت سے بھی خوب فائدہ حاصل کرتے ہیں کہ جتنے مشکل کام ہوتے ہیں اس کو کرنا پڑتے ہیں انجام کار جب وہ جسمانی طاقت سے محروم ہونے لگتا ہے تو اُس کی اولاد پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیتے ہیں اور ایک دن آ جاتا ہے کہ ہر طرح کے خطرہ سے وہ محفوظ ہوجاتے ہیں۔ اس طرح کرتے کرتے جو بھی اس طرح کا کمزور نظر آتا ہے اُس کو اپنے دست شفقت کے ساتھ اس کی تمام چیزوں سے اُس کو فارغ کردیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی رہائش گاہیں آٹھ آٹھ دس دس گھروں پر آباد نظر آتی ہیں اور ان کی تمام ملکیت کے وارث بھی وہی ہوتے ہیں۔ ''الربوا'' کھانے کے مرتکب ہوتے ہیں نہ اُن کی کوئی چیز باقی چھوڑتے ہیں ان کا سب کچھ کھانے کے باوجود کسی بھی الزام کی زد میں نہیں آتے اور علماء حضرات کا حصہ وہ ویسے ہی نکالتے رہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو ان لوگوں کی تاڑ میں نظر آتا ہے جن کی جسمانی حالت مضبوط ہوتی ہے اور افرادی قوت رکھنے کے باوجود زندگی کی سہولیات سے محروم ہوتے ہیں ان کے کسی ایک اہم فرد پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ لگا لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ ایسا زیر بار کرتے ہیں

وہ ،کہا نہیں بلکہ اُس کا سارا گھر اُن کا ممنون ہو جاتا ہے اور ایسی چاٹ پر اُن کو لگاتے ہیں کہ گھر کے سارے کام اُن سے لیتے ہیں پھر کسی کو شادی کا لالچ دے کر کسی کو زندگی کی دوسری سہولتیں دے کر اتنا زیر بار کر دیتے ہیں کہ بھاگنے کے سوا اُس کے پاس کوئی چارہ کار نہیں رہتا چلو ایک بھاگ گیا ہے تو اُس کا دوسرا بھائی جو ہے اگر یہ بھی بھاگ گیا تو باپ جو ہے جب بہت تنگی انہوں نے دیکھی نہایت معصومیت سے کہہ دیا کہ ہمارا قرض واپس کرو جدھر چاہتے ہو چلے جاؤ پھر کسی دوسرے بھائی سے اُن کی قیمت وصول کر کے وہ پورا خاندان اُس کے سپرد کر دیتے ہیں۔

وہی رقم دی اور کسی دوسرے کی ہمدردیاں خرید لیں آج اس زمانہ میں ایک مزدور آٹھ گھنٹے کام کر کے دو سو روپے کماتا ہے یعنی چھ ہزار روپے ماہانہ لیکن وہ پیشگی رقم دینے کے باعث اُس کو بڑی مشکل سے دو وقت کا کھانا اور ایک ہزار روپے ہر ماہ طے کر لیتے ہیں چونکہ اُس کے عزیز و اقارب بھی ہیں جن کے اخراجات کا وہ کفیل ہے وہ اس کو ایک ماہ کے اندر پانچ ہزار کا مزید مقروض کر دیتے ہیں جب سال گزرتا ہے تو آتے وقت انہوں نے اس کو پچاس ہزار دیا تھا اب جوان کی پوری رقم ایک لاکھ دس ہزار ادا کرے گا وہ ان کو لے جائے گا۔انہوں نے نہ تو اس سے ''الربوا'' لیا ہے اور نہ کسی طرح کا ظلم کیا ہے سال بھر خدمت بھی لی ہے اور ساٹھ ہزار روپیہ بھی وصول کر کے ان کو کسی دوسرے کے حوالے کر دیا ہے۔

کبھی یہ زمیندار کے روپ میں نظر آتے ہیں کبھی ٹھیکیدار کے روپ میں کبھی سیٹھ کا لبادہ پہنتے ہیں کبھی مختلف انجمنوں کے صدور کا کبھی سیاسی بھیس میں دکھائی دیتے ہیں کبھی مذہبی پیشواؤں کے بھیس میں یہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں لیکن عادات و خصائل کو ہرگز نہیں بدلتے کہ ان میں نہایت پختہ کار ہوتے ہیں۔

## قرآنِ کریم کی آیات پر ایک نظر

''الربوا'' کے متعلق قرآنِ کریم کی آیات کا ترجمہ آپ نے ان کے محل وقوع کے ساتھ پڑھ لیا کچھ تھوڑی سی وضاحت بھی آپ کی نظروں سے گزر چکی ہے لیکن قرآنِ کریم کے اصل متن پر آپ کی نظر نہیں پڑی ہم مزید وضاحت کے لیے قرآنِ کریم کی ان آیات کو

جن میں ''الربوا'' یا ''ربا'' کا تذکرہ ہے نیچے درج کرتے ہیں اور پھر اُن کے ساتھ ان کا ترجمہ بھی۔ شاید قارئین کرام کے ذہن میں وہ تبدیلی پیدا کر دے جس تبدیلی کے لیے قرآنِ کریم نے ان آیاتِ کریمات کو بیان کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ معاشرہ اسلامی کے کمزور ترین افراد کو ان کی ضروریاتِ زندگی کسی دنیوی صلہ کے بغیر پہنچانا ضروری ہے اگر اُن کو ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے اُدھار یعنی قرض کی چاٹ پر لگایا گیا تو یہ اُن پر ظلم ہوگا جس کی زد ظالموں پر پڑے گی۔

۱۔ وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِىْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَاللّٰهِ ج وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ٥ (۳۰:۳۹)

''اور جو تم ربا پر دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال سے مل کر تمہارا مال بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو تم نیک دل سے اللہ کی رضامندی کے لیے دیتے ہو پس وہی لوگ ہیں جو اپنے مال کو دوچند کریں گے۔(اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کا مال دوچند ہوگا)''

۲۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ٥ (۳:۱۳۰)

''اے ایمان والو! الربوا سے اپنا پیٹ مت بھرو جو دگنی چوگنی ہو جایا کرتی ہے اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

۳۔ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا٥ (۴:۱۶۱)

''اور وہ (یہود) الربوا لینے لگے تھے حالانکہ اس سے روکے گئے تھے اور یہ بات کہ ناجائز طریقہ پر لوگوں کا مال کھانے لگے اور ان میں جو لوگ منکر ہو گئے ہم نے اُن کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

۴۔ ا۔ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (۲:۲۷۵)

''جولوگ الربوا لینے کے عادی ہوں وہ قیامت کے روز اپنے رب کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے شیطان کے اثر سے مخبوط الحواس آدمی کھڑا ہوتا ہے اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ خرید وفروخت کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے اُدھار دے کر ''الربوا'' لینا حالانکہ خرید و فروخت کو اللہ نے حلال کیا ہے اور ''الربوا'' کو حرام۔ ہاں! اب جس کسی کو اس کے رب کی یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ اپنی اس حرکت سے باز آ گیا البتہ جو پہلے لے چکا اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے لیکن جو شخص باز نہ آیا وہ یقیناً دوزخی گروہ سے ہے جو ہمیشہ عذاب میں رہے گا۔''

ii۔ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ○ (۲:۲۷۶)

''اللہ الربوا کو مٹاتا ہے اور صدقہ وخیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ ایسے ناقدر شناسوں، منکروں اور نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا۔''

iii۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (۲:۲۷۷)

''جولوگ سچے دل سے اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور پھر اچھے کام کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو بلاشبہ ان کے رب کے ہاں ان کا اجر موجود ہے، ان کے لیے کسی طرح کا خوف وڈر نہیں اور نہ وہ رنجیدہ خاطر ہوں گے۔''

iv۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۲:۲۷۸)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو جس قدر ''الربوا'' مقروضوں کے ذمہ لازم بنا رکھا ہے اُسے چھوڑ دو۔''

v۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ (۲:۲۷۹)

''اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر تم اپنی روش سے توبہ کرتے ہو تو پھر اپنا اصل زر لے لو اور ''الربوا'' چھوڑ دو اس طرح نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔''

vi۔ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (۲:۲۸۰)

''اور اگر وہ مقروض تنگ دست ہے تو چاہیئے کہ اُسے فراخی ہونے تک مہلت دے دو اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو تمہارے لیے یہ عمل بہت ہی بہتر ہے کہ تم ایسے تنگ دست بھائی کو قرض بالکل ہی معاف کر دو یعنی بطور خیرات بخش دو۔''

## مختصر تجزیہ

ان آیاتِ کریمات کا ترجمہ آپ نے ان کے محل وقوع کی آیات کے ساتھ ملا کر بھی پڑھا اور اس وقت فقط ان آیت کریمات کا ترجمہ آپ نے دوبارہ دیکھ لیا۔ اب غور و فکر کرنا بھی ضروری ہے کہ ان تمام آیاتِ کریمات کا سیاق و سباق تنگ دست لوگوں کے ساتھ ملتا ہے جو مجبوراً قرض لیتے ہیں تا کہ اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کر سکیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان تنگ دستوں میں ایسے بھی ہوں گے جو چار کنال زمین کے مالک ہوں، رہنے کے لیے کوئی جھونپڑی بھی رکھتے ہوں، گھر میں کھانے پینے کے چند برتن بھی ان کے پاس ہوں کام کاج کے تھوڑے بہت آلات بھی رکھتے ہوں پھر ان میں کوئی ایک آدھ کمائی کرنے والا فرد بھی موجود ہو جو محنت مزدوری کرنے کے باوجود آسانی سے بچوں کا پیٹ نہ پال سکتا ہو اور وہ بھی ہوں گے جو یتیم ہوں اور اتنے چھوٹے ہوں کہ کوئی کام سرانجام نہ دے سکتے ہوں، اپاہج ہوں، لولے لنگڑے ہوں، ایسے بھی ہوں گے جو احتیاج کے باوجود دست سوال نہ پھیلا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو ''مستحقین زکوٰۃ'' شمار کیا ہے اور یہ اصطلاح قرآنِ کریم کی ہے اور اس نے ان لوگوں کو زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا ہے پھر ان کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے ان کی پوری وضاحت بھی کر دی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس طرح کے تمام لوگ چونکہ محتاج ہیں اور ان کا امراء کے مال میں حق

ہے امراء ان کے اس حق کو غصب کر کے ان کو بڑھوتری کے ساتھ بھی قرض دیں گے تو یہ لینے پر مجبور ہیں ''مرتا کیا نہ کرتا'' والی بات ہے۔ ان کو اُدھار دینے کی بجائے قرضِ حسنہ یعنی رضائے الٰہی کے لیے ان کا وہ حق ہی ادا کرنا چاہیے جو لوگ ایسے مالی مشکلات میں مبتلا لوگوں کی مشکلات کو دوچند کرتے ہیں بلاشبہ وہ اللہ رب کریم کے ہاں مجرم ہیں ان کو معاشرہ اسلامی میں بھی سزا ملنی چاہیے اور عنداللہ بھی۔

ایسے تنگ دستوں سے مال حاصل کرنے کے طریقے استعمال کرنے والوں کو باور کرانا چاہیے کہ وہ حرام مال کھا رہے ہیں اس لیے قرآنِ کریم نے اس کو ''الربوا'' کہہ کر حرام ٹھہرایا ہے اور ''ربوا'' پر ''الف لام'' لا کر ''الربوا'' بنایا گیا ہے کیونکہ اس کا تعلق ان مستحقین زکوٰۃ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔

حلال و حرام دراصل اللہ رب کریم کے حکم کا نام ہے زکوٰۃ کا مال آپ کے مال کا حصہ ہے لیکن جب یہ بطور زکوٰۃ نکال دیا گیا تو وہ صاحب زکوٰۃ کے لیے بھی اور ہر اُس شخص کے لیے بھی جو صاحب نصاب ہے حرام ہو گیا، نہ آپ کھائیں گے اور نہ کوئی دوسرا صاحب نصاب لیکن بالکل یہی مال جب مستحق زکوٰۃ کو آپ دے دیں گے تو اُس کے لیے حلال و طیب ہو گا۔ مال وہی ہے فی نفسہٖ مال میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی لیکن نظریہ کی اس تبدیلی نے اللہ کے حکم کے مطابق اُس کو صاحبِ مال کے لیے حرام اور مستحق کے لیے حلال کر دیا۔ اس مستحق زکوٰۃ کو جب آپ نے ادا کر دیا وہ اس کا مالک ہو گیا یہ مالک ہونے کے بعد کسی بھی صاحب زکوٰۃ کو اس میں سے کچھ پیش کر دے تو اُس کے لیے لینا جائز اور حلال ہو گیا۔

دراصل اس مخصوص مال کو جسے ''الربوا'' کہا گیا تھا عام سوسائٹی کے قرض کے ساتھ معروف کر دیا گیا تو اس طرح ان مخصوص لوگوں کے حق پر ڈاکہ ڈالا گیا اور ہوتے ہوتے اب وہ وقت آ گیا کہ معاشرہ کے اس محتاج حصہ کو ظلم کی چکی میں پیس کر رکھ دیا جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ گویا ایک دفعہ جب ریل پٹڑی سے اتر گئی تو پٹڑی کا حال کچھ رہا نہ ریل کا، اس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

# احادیث متعلقہ حرمت ربوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبَا وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنِّسَائِیُّ. (ترغیب الترہیب)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات ایسی چیزوں سے بچو جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ صحابہ (کرام) نے عرض کی یا رسول اللہ وہ سات چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا۔ ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادیا۔ سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جنگ کے روز پیٹھ دکھا کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

۲۔ وَعَنْ سُمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِیْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلٰی شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَیْنَ یَدَیْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیْ فِی النَّهْرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ رَمَی الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِیْ فِیْهِ فَرَدَّهٗ حَیْثُ کَانَ فَجَعَلَ کُلَّمَا جَآءَ لِیَخْرُجَ رَمٰی فِیْ فِیْهِ بِحَجَرٍ فَیَرْجِعُ کَمَا کَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِیْ رَاَیْتُهٗ فِی النَّهْرِ قَالَ اٰکِلُ الرِّبَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ هٰکَذَا فِی الْبُیُوْعِ مُخْتَصَرًا وَتَقَدَّمَ فِیْ تَرْکِ الصَّلٰوةِ مُطَوَّلًا.

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو ایک

مقدس سرزمین کی طرف لے چلے، یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے، اس کے درمیان ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک شخص ہے اُس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارے والا شخص اُس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی جگہ جا پہنچتا ہے پھر جب کبھی نکلنا چاہتا ہے اسی طرح اُس کے منہ پر پتھر مار مار کر اُس کو اپنی پہلی جگہ لوٹا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو میں نے نہر میں دیکھا، فرمایا سود خور۔ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

۳۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنِّسَائِیُّ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَه وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حَبَّانَ فِیْ صَحِيْحِهٖ كُلُّهُمْ مِنْ رِّوَايَةِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ وَزَادُوْا فِيْهِ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهٗ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی (یعنی سود لینے والے اور سود دینے والے پر) اس کو مسلم اور نسائی، ابوداؤد اور ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ایک روایت میں اس کے ساتھ سود کی شہادت دینے والوں اور کتابت کرنے والوں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

۴۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهٗ.

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے اور سودی تحریر یا حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔

۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ سَبْعٌ اَوَّلُهُنَّ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ بِغَيْرِ حَقِّهَا وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ

مَالَ الْيَتِيمِ وَفِرَارُ يَوْمِ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ وَالْإِنْتِقَالُ إِلَى الْأَعْرَابِ بَعْدَ هِجْرَتِهٖ. رَوَاهُ الْبَزَّارُ مِنْ رِوَايَةِ عَمْرِو بْنِ أَبِى شَيْبَةَ وَلَا بَأْسَ بِهٖ فِى الْمُتَابَعَاتِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ سات ہیں۔ ان میں پہلا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور (دوسرا گناہ) ناحق کسی شخص کو مار ڈالنا اور (تیسرا گناہ) سود کھانا اور (چوتھا گناہ) یتیم کا مال ناجائز طور پر کھالینا اور (پانچواں گناہ) جہاد سے بھاگنا اور (چھٹا گناہ) پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانا اور (ساتواں گناہ) ہجرت کرنے کے بعد اعراب (دیہات) کی طرف لوٹ جانا اس کو بزار نے عمرو بن ابی شیبہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

۶۔ وَعَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِى جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَاٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ وَنَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِيِّ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ (قَالَ الْحَافِظُ) أَبِى جُحَيْفَةَ وَهْبُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ السَّوَائِى.

حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورت اور گدوانے والی عورت پر اور سود لینے والے اور سود دینے والے پر لعنت بھیجی ہے اور کتے کی قیمت اور رنڈی کی کمائی سے ممانعت فرمائی ہے اور تصویر کھینچنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اس کو بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

۷۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰكِلُ الرِّبَا وَمُوْكِلُهٗ وَشَاهِدَاهُ كَاتِبَاهُ إِذَا عَلِمُوْا بِهٖ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ لِلْحُسْنِ وَلَاوِى الصَّدَقَةِ وَالْمُرْتَدُّ أَعْرَابِيًّا بَعْدَ الْهِجْرَةِ مَلْعُوْنُوْنَ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ يَعْلٰى وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِى صَحِيْحَيْهِمَا وَزَادَا فِى اٰخِرِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (قَالَ الْحَافِظُ) رَوَاهُ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَارِثِ وَهُوَ الْأَعْوَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ إِلَّا ابْنُ خُزَيْمَةَ فَإِنَّهٗ رَوَاهُ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا سود کھانے

اور کھلانے والا اور اس کے دونوں گواہ اور دونوں کاتب جب کہ اس کو جانتے ہوں کہ یہ معاملہ سود کا ہے اور خوبصورتی کے لیے گودنے والی اور گدوانے والی عورت اور صدقہ کوٹالنے والا اور ہجرت کے بعد اپنے وطن کی طرف واپس ہو جانے والا۔ یہ سب بزبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم (بروز قیامت) ملعون ہوں گے۔ اس کو احمد اور ابو یعلی نے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَرْبَعٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ اَنْ لَّا یُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا یُذِیْقَهُمْ نَعِیْمَهَا مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَاٰكِلُ الرِّبَا وَاٰكِلُ مَالَ الْیَتِیْمِ بِغَیْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُّ لِوَالِدَیْهِ" رَوَاهُ الْحَاكِمُ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنُ خَثِیْمِ بْنِ عِرَاكَ وَهُوَ رَوَاهُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَقَالَ صَحِیْحُ الْاَسْنَادِ.

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے۔ (ایک تو) عادی شرابی (دوسرے) سود کھانے والا (تیسرے) ناحق یتیم کا مال اُڑانے والا (چوتھے) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ اس کو حاکم نے ابراہیم بن خثیم بن عراک الخ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے۔

۹۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ یَعْنِیْ اِبْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرِّبَا ثَلَاثٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا اَیْسَرُهَا مِثْلُ اَنْ یَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ وَرَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ مِنْ طَرِیْقِ الْحَاكِمِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَسْنَادٌ صَحِیْحٌ وَالْمَتْنُ مُنْكَرٌ بِهٰذَا الْاَسْنَادِ وَلَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا وَهْمًا وَكَاَنَّهٗ دَخَلَ لِبَعْضِ رُوَاتِهٖ اَسْنَادٌ فِیْ اِسْنَادٍ.

حضرت عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سود کے وبال تہتر قسم کے ہیں سب سے ادنیٰ قسم ایسی ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح کرے، اس کو حاکم نے روایت کیا، اور امام بخاری و مسلم کی سرط پر صحیح کہا ہے۔

١٠۔ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلرِّبَا بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا وَالشِّرْکُ مِثْلَ ذٰلِکَ رَوَاهُ الْبَزَّار وَرُوَاتُهٗ رُوَاةُ الصَّحِیْحِ وَهُوَ عِنْدَ ابْنِ مَاجَةَ بِاَسْنَادٍ صَحِیْحٍ بِاخْتِصَارٍ وَّالشِّرْکُ مِثْلُ ذٰلِکَ.

انہیں (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سود کے مفاسد کچھ اوپر ستر ہیں اور شرک اس کے برابر ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

١١۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَاهَا کَالَّذِیْ یَقَعُ عَلٰی اُمِّهٖ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ بِاَسْنَادٍ لَا بَاْسَ بِهٖ ثُمَّ قَالَ غَرِیْبٌ بِهٰذَا الْاَسْنَادِ وَاِنَّمَا یُعْرَفُ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ عِکْرِمَةَ یَعْنِی ابْنَ عَمَّارٍ وَّقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ زِیَادٍ هٰذَا مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے مفاسد کی ستر قسمیں ہیں ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں پر واقع ہو۔

١٢۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلدِّرْهَمُ یُصِیْبُهُ الرَّجُلُ مِنَ الرِّبَا اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ ثَلَاثَةٍ وَّثَلَاثِیْنَ زِنْیَةً یَزْنِیْهَا فِی الْاِسْلَامِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ مِنْ طَرِیْقِ عَطَاءٍ وَالْخُرَاسَانِیُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَلَمْ یَسْمَعْ مِنْهُ وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا وَالْبَغَوِیُّ وَغَیْرُهُمَا مَوْقُوْفًا عَلٰی عَبْدِاللّٰهِ وَهُوَ الصَّحِیْحُ وَلَفْظُ الْمَوْقُوْفِ فِیْ اَحَدِ طُرُقِهٖ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ الرِّبَا اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ حُوْبًا اَصْغَرُهَا حُوْبًا کَمَنْ اَتٰی اُمَّهٗ فِی الْاِسْلَامِ وَدِرْهَمٌ مِنَ الرِّبَا اَشَدُّ مِنْ بِضْعٍ وَّثَلَاثِیْنَ زِنْیَةً قَالَ وَیَاْذَنُ اللّٰهُ بِالْقِیَامِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا اٰکِلَ الرِّبَا فَاِنَّهٗ لَا یَقُوْمُ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ.

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک درہم کوئی سود سے حاصل کرے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے اس کو طبرانی نے کبیر میں عطا خراسانی کی سند

سے عبداللہ کے واسطے سے روایت کیا ہے الخ دوسری ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا سود بہتر گناہ ہیں ان میں سب سے چھوٹا گناہ اُس شخص کے گناہ کے برابر ہے جو مسلمان ہو کر اپنی ماں سے نکاح کرے۔ اور ایک درہم سود کا گناہ کچھ اوپر تیس زنا سے زیادہ بدتر ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر نیک و بد کو کھڑے ہونے کی اجازت دیں گے مگر سود خور کو تندرستوں کی طرح کھڑا ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ اس طرح کھڑا ہوگا جیسے کسی کو شیطان، جن وغیرہ نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہو۔

۱۳۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ حَنْظَلَةَ غُسِيلِ الْمَلَائِكَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دِرْهَمٌ رِبًا يَاكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زِيْنَةٍ" رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُ اَحْمَدَ رِجَالُ الصَّحِيْحِ (قَالَ الْحَافِظُ) حَنْظَلَةُ وَالِدُ عَبْدِاللّٰهِ لُقِّبَ بِغَسِيلِ الْمَلَائِكَةِ لِاَنَّهُ كَانَ يَوْمَ اُحُدٍ جُنُبًا وَقَدْ غَسَلَ اَحَدَ شِقَّي رَاْسِهِ فَلَمَّا سَمِعَ الصَّيْحَةَ خَرَجَ فَاسْتُشْهِدَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَيْتُ الْمَلٰئِكَةَ تَغْسِلُهُ.

اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''سود کا ایک درہم کھانا چھتیس زنا سے زیادہ شدید ہے بشرطیکہ اس کو معلوم ہو کہ یہ درہم سود کا ہے۔ اس روایت کو امام احمد وطبرانی نے روایت کیا ہے اور سند امام احمد مثل سند صحیح بخاری کے ہے اور حضرت حنظلہ کو غسیل ملائکہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس وقت غزوہ احد کا اعلان ہوا اور صحابہ کرام جہاد کے لیے نکلنے لگے اس وقت یہ جنابت کی حالت میں تھے غسل کرنا شروع کیا تھا کہ یہ آواز کان میں پڑ گئی انہوں نے دعوتِ جہاد میں اتنی دیر کرنا بھی پسند نہ کیا کہ غسل پورا کر کے فارغ ہو جاتے، بلکہ اسی حالت میں فوراً باہر آئے اور مجاہدین کے ساتھ شریک ہو گئے اور اتفاقاً اسی حالت میں یہ شہید ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔

۱۴۔ وَرُوِيَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَمْرَ الرِّبَا وَعَظَّمَ شَانَهُ وَقَالَ اِنَّ الدِّرْهَمَ يُصِيْبُهُ الرَّجُلُ مِنَ الرِّبَا

اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ فِی الْخَطِیْئَةِ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِیْنَ زِنْیَةً یَزْنِیْهَا الرَّجُلُ وَاِنَّ اَرْبَی الرِّبٰا عِرْضُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ رَوَاهُ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا فِی كِتَابِ ذَمِّ الْغِیْبَةِ وَالْبَیْهَقِی.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور سود کا بہت اہتمام سے ذکر فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ کسی شخص کا ایک سودی درہم کھانا اللہ کے نزدیک چھتیس زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے (اور پھر فرمایا) کہ سب سے بڑا یہ سود ہے کہ کسی مسلمان کی آبرو پر حملہ کیا جائے۔ اس روایت کو بیہقی اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔

۱۵۔ وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ ظَالِمًا بَبَاطِلٍ لِیُدْحِضَ بِهٖ حَقًّا فَقَدْ بَرِئُ مِنْ ذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ اَكَلَ دِرْهَمًا مِنْ رِبًا فَهُوَ مِثْلُ ثَلَاثَةٍ وَّثَلَاثِیْنَ زِنْیَةٍ وَّمَنْ نَبَتَ لَحْمُهٗ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِهٖ" رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الصَّغِیْرِ وَالْاَوْسَطِ وَالْبَیْهَقِی.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی ظالم کی خلاف حق حمایت کی تا کہ حق والے کا حق ضائع کر دے تو اللہ اور اُس کے رسول اس سے بری الذمہ ہیں اور جو شخص سود کا ایک درہم کھائے تو یہ تینتیس زنا کے برابر ہے اور جس شخص کا گوشت مال حرام سے پیدا ہو وہ دوزخ کے قابل ہے۔

۱۶۔ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرِّبٰا اثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَاهَا مِثْلُ اِتْیَانِ الرَّجُلِ اُمَّهٗ وَاِنَّ اَرْبَی الرِّبٰا اسْتِطَالَةُ الرَّجُلِ فِیْ عِرْضِ اَخِیْهِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِی فِی الْاَوْسَطِ مِنْ رِوَایَةِ عُمَرَ بْنِ رَاشِدٍ وَقَدْ وُثِّقَ.

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سود کے بہتر دروازے ہیں ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں پر آئے اور سب سے بد ترین سود یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کی عزت پر دست درازی کرے۔

۱۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيْ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِیْ مَعْشَرٍ وَّقَدْ وُثِّقَ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِیْ عَنْهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سود کے ستر گناہ ہیں۔ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرے۔

۱۸۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُشْتَرَى الثَّمَرَةُ حَتّٰى تُطْعَمَ وَقَالَ اِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِیْ قَرْيَةٍ فَقَدْ اَحَلُّوْ بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے کھائے جانے کے قابل ہونے سے پہلے پھلوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی بستی میں سود اور زنا پھیل جائے تو گویا بستی والوں نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر اتار لیا۔اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

۱۹۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَكَرَ حَدِيْثًا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِيْهِ مَا ظَهَرَ فِیْ قَوْمٍ نِ الزِّنَا وَالرِّبَا اِلَّا اَحَلُّوْ بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْيَعْلٰى بِاَسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی ایک حدیث نقل فرمائی جس میں یہ ہے کہ جس قوم میں زنا اور سود پھیل گیا انہوں نے یقیناً اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر اتار لیا۔

۲۰۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ يَّظْهَرُ فِيْهِمِ الرِّبَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَّظْهَرُ فِيْهِمُ الرَّشَا اِلَّا اُخِذُوْ بِالرُّعْبِ" رَوَاهُ اَحْمَدُ بِاَسْنَادٍ فِيْهِ نَظَرٌ.

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس قوم میں سود پھیل جائے وہ یقیناً قحط سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جس قوم میں رشوت پھیل جائے وہ مرعوبیت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

۲۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَنَظَرْتُ فَوْقِیْ فَاِذَا اَنَا بِرَعْدٍ وَبُرُوْقٍ وَصَوَاعِقَ قَالَ فَاَتَيْتُ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ قُلْتُ يَا جِبْرَئِيْلُ مَنْ هٰؤُلَآءِ قَالَ هٰؤُلَآءِ اَكَلَةُ الرِّبَا رَوَاهُ اَحْمَدُ فِیْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ وَابْنُ مَاجَةَ مُخْتَصَرًا وَالْاَصْبَحَانِیُّ اَيْضًا مِنْ طَرِيْقِ اَبِیْ هٰرُوْنَ الْعَبْدِیِّ وَاسْمُهٗ عُمَارَةُ بْنُ جُوَيْنٍ وَهُوَ رَوَاهُ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِیْ اِلَى السَّمَآءِ نَظَرَ فِی السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاِذَا رِجَالٌ بُطُوْنُهُمْ كَاَمْثَالِ الْبُيُوْتِ الْعِظَامِ قَدْ مَالَتْ بُطُوْنُهُمْ وَهُمْ مُنْضَّدُوْنَ عَلٰى سَابِلَةِ اٰلِ فِرْعَوْنَ يُوْقَفُوْنَ عَلَى النَّارِ كُلَّ غَدَاةٍ وَّعَشِيٍّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَا تُقِمِ السَّاعَةَ اَبَدًا قُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ اَكَلَةُ الرِّبَا مِنْ اُمَّتِكَ (لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ) قَالَ الْاَصْبَهَانِیُّ قَوْلُهٗ (مُنْضَّدُوْنَ) اَیْ طُرِحَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَالسَّابِلَةُ الْمَارَّةُ اَیْ يَتَوَطُّوْهُمْ اٰلُ فِرْعَوْنَ الَّذِيْنَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى غَدَاةٍ وَّعَشِيٍّ اِنْتَهٰى.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات جب ساتویں آسمان پر پہنچ کر میں نے اوپر نظر اُٹھائی تو میں نے چمک، کڑک اور گرج دیکھی، پھر فرمایا کہ میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ سود خوار ہیں۔ اصبہانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے معراج کی رات آسمان دنیا پر ایسے آدمیوں کو دیکھا جن کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح پھولے ہوئے تھے اور جھکے ہوئے تھے۔ آل فرعون کے راستہ میں تہ برتہ ایک دوسرے کے اوپر ڈالا ہوا تھا۔ آلِ فرعون جب صبح وشام جہنم کے سامنے کھڑے کئے جاتے ہیں تو ان لوگوں کے اوپر سے روندتے ہوئے گذرتے ہیں۔ یہ لوگ دُعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ قیامت کبھی قائم نہ

فرمانا (کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ قیامت کے روز جہنم کے اندر جانا ہوگا) (رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا'' جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے سود خور ہیں جو اسی طرح کھڑے ہوں گے جس طرح ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے خبطی بنا دیا ہو۔

۲۲۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ یَظْهَرُ الرِّبَا وَالزِّنَا وَالْخَمْرُ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ وَرُوَاتُهٗ رُوَاةُ الصَّحِیْحِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا'' قیامت کے قریب سود، زنا اور شراب کی کثرت ہو جائے گی۔''

۲۳۔ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِالْوَاحِدِ الْوَرَّاقِ قَالَ رَاَیْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِی السُّوْقِ فِی الصَّیَارِفَةِ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ الصَّیَارِفَةِ اَبْشِرُوْا قَالُوْا بَشَّرَکَ اللّٰهُ بِالْجَنَّةِ بِمَ تُبَشِّرُنَا یَا اَبَا مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْشِرُوْا بِالنَّارِ''. رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ بِاَسْنَادٍ لَا بَاْسَ بِهٖ.

حضرت قاسم بن عبدالواحد وراق فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کو صرافوں کے بازار میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا'' اے صرافو! خوشخبری سنو۔ صرافوں نے کہا کہ اے ابو محمد اللہ آپ کو جنت سے سرفراز فرمائے، آپ ہمیں کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''تمہیں دوزخ کی خوشخبری ہو (تم دوزخ کے لیے تیار ہو جاؤ) کیونکہ سونے چاندی کی خرید و فروخت میں اُدھار جائز نہیں اور صرافہ والے عموماً حساب کھاتہ پر اُدھار کے معاملات کرتے رہتے ہیں وہ سود ہے۔

۲۴۔ وَرُوِیَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکَ وَالذُّنُوْبَ الَّتِیْ لَا تُغْفَرُ الْغُلُوْلُ فَمَنْ غَلَّ شَیْئًا اَتٰی بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاٰکِلَ الرِّبٰا فَمَنْ اَکَلَ الرِّبٰا بُعِثَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَجْنُوْنًا یَتَخَبَّطُ ثُمَّ قَرَاَ (اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ) رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ

وَالْاَصْبَهَانِیُ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ وَلَفْظُهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ اٰکِلُ الرِّبَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ مُخَبَّلًا یَجُرُّ شَفَتَهٗ ثُمَّ قَرَاَ (لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ) قَالَ الْاَصْبَهَانِیُّ الْمُخَبَّلُ الْمَجْنُوْنُ.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان گناہوں سے بچو جن کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ایک ان میں سے مالِ غنیمت میں چوری کرنا ہے۔ جس شخص نے کوئی چیز بطور خیانت مالِ غنیمت میں سے لے لی تو قیامت کے دن اس سے وہ چیز منگوائی جائے گی۔ سود کھانے سے بچو۔ اس لیے کہ سود خور قیامت میں مجنون اور مخبوط الحواس ہو کر اُٹھایا جائے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جو شیطان سے متاثر ہو کر مخبوط الحواس ہو گیا ہو طبرانی اور اصبہانی نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے دن سود خوار اپنا ہونٹ گھسیٹتا ہوا تباہ حالت میں آئے گا'' اور اس کے بعد حضور ﷺ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

۲۵۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ اَکْثَرَ مِنَ الرِّبَا اِلَّا کَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهٖ اِلٰی قِلَّةٍ'' رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ وَالْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ وَفِیْ لَفْظٍ لَّهٗ قَالَ الرِّبَا وَاِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ اِلٰی قُلٍّ وَّقَالَ فِیْهِ اَیْضًا صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سود کے ذریعہ سے زیادہ مال کمایا، انجام کار اس میں کمی ہوگی۔

ف:- امام حدیث عبدالرزاق نے معمر سے نقل کیا ہے کہ معمر نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ سودی کام پر چالیس سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس پر گھاٹا (محاق) آ جاتا ہے یعنی کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے جو اس کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔

۲۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یَبْقٰی مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلَ الرِّبَا فَمَنْ لَّمْ یَاْکُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ

غُبَارِہٖ" رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ کِلَاھُمَا مِنْ رِوَایَۃِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاخْتُلِفَ فِیْ سَمَاعِہٖ وَالْجُمْھُوْرُ عَلٰی اَنَّہٗ لَمْ یَسْمَعْ مِنْہُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "ایک زمانہ آئے گا کہ کوئی شخص سودخوری سے بچ بھی گیا تو اس کا غبار ضرور پہنچ کر رہے گا۔

۲۷۔ وَرُوِیَ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ صَامِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیَبِیْتَنَّ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی اَشَرٍ وَبَطَرٍ وَّلَعِبٍ وَلَھْوٍ فَیُصْبِحُوْا قِرَدَۃً وَّخَنَازِیْرَ بِاِرْ تِکَابِھِمُ الْمُحَارِمَ وَاتِّخَاذِھِمُ الْقَیْنَاتِ وَشُرْبِھِمُ الْخَمْرَ وَاَکْلِھِمُ الرِّبَا وَلُبْسِھِمُ الْحَرِیْرَ رَوَاہُ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ الْاِمَامِ اَحْمَدَ فِیْ زَوَائِدِہٖ۔

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میری امت کے کچھ لوگ غرور تکبر لہو ولعب کی حالت میں رات گزاریں گے۔ وہ صبح کے وقت بندر اور خنزیر بن جائیں گے کیونکہ انہوں نے حرام کو حلال ٹھہرایا۔ اور گانے والی عورتیں رکھیں اور شراب پی اور سود کھایا اور ریشم کا لباس پہنا تھا۔

۲۸۔ وَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَبِیْتُ قَوْمٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی طُعْمٍ وَّشُرْبٍ وَّلَھْوٍ وَّلَعِبٍ فَیُصْبِحُوْا قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَۃً وَّخَنَازِیْرَ وَلَیُصِیْبَنَّھُمْ خَسْفٌ وَّقَذْفٌ حَتّٰی یُصْبِحَ النَّاسُ فَیَقُوْلُوْنَ خُسِفَ اللَّیْلَۃَ بِبَنِیْ فُلَانٍ وَخُسِفَ اللَّیْلَۃَ بِدَارِ فُلَانٍ وَلَتُرْسَلَنَّ عَلَیْھِمْ حِجَارَۃٌ مِّنَ السَّمَاءِ کَمَا اُرْسِلَتْ عَلٰی قَوْمِ لُوْطٍ عَلٰی قَبَائِلَ فِیْھَا وَعَلٰی دُوْرٍ وَلَتُرْسَلَنَّ عَلَیْھِمُ الرِّیْحُ الْعَقِیْمُ الَّتِیْ اَھْلَکَتْ عَادًا عَلٰی قَبَائِلَ فِیْھَا وَعَلٰی دُوْرٍ بِشُرْبِھِمُ الْخَمْرَ وَلُبْسِھِمُ الْحَرِیْرَ وَ اتِّخَاذِھِمُ الْقَیْنَاتِ وَاَکْلِھِمُ الرِّبَا وَقَطِیْعَۃِ الرَّحِمِ وَخَصْلَۃٍ نَسِیَھَا جَعْفَرٌ" رَوَاہُ اَحْمَدُ مُخْتَصِرًا وَالْبَیْھَقِیُّ وَاللَّفْظُ لَہٗ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس امت کی ایک جماعت کھانے پینے اور لہو ولعب (کھیل کود) کی حالت میں رات گزارے گی۔ تو

وہ ایسی حالت میں صبح کرے گی کہ (عادات وخصائل کے لحاظ سے) بندر اور سور کی صورت میں مسخ ہوگئی ہو۔ اور اسی امت کے بعض افراد کو خسف (زمین میں دھنس جانے) اور قذف (آسمان سے پتھر برسنے کا) ضرر پہنچے گا۔ یہاں تک کہ جب لوگ صبح کو اُٹھیں گے تو آپس میں یوں کہیں گے کہ آج رات فلاں خاندان زمین میں دھنس گیا اور ان پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے جس طرح قوم لوط پر برسائے گئے تھے۔ اس کے قبائل پر اور گھروں پر اور ان پر نہایت تیز وتند آندھی بھیجی جائے گی جس نے قوم عاد کو تباہ کر دیا تھا۔ اس کے قبائل اور گھروں پر یہ دھنسانے اور پتھر برسانے کا عذاب ان کے شراب پینے اور ریشم پہننے اور سود کھانے اور قطع رحمی کرنے کی وجہ سے ہوگا اور ایک اور خصلت کی وجہ سے ہوگا جس کو جعفر (اسی حدیث کے راوی) بھول گئے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد نے مختصراً روایت کیا ہے۔ یہ الفاظ بیہقی ” کے ہیں۔

۲۹: عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَمَانِعَ الصَّدَقَةِ وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ النُّوْحِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو سود لینے والے اور سود دینے والے پر اور سود (کی تحریر یا حساب) لکھنے والے اور صدقہ (واجبہ) نہ دینے والے پر لعنت فرماتے ہوئے سنا اور آپ نوحہ (بلند آواز سے رونے) کو منع فرماتے تھے۔

۳۰۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰيَةُ الرِّبٰوا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبٰوا وَالرِّيْبَةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ سود کے متعلق ہے اور حضور ﷺ نے اس کی پوری تشریح بیان نہیں فرمائی تھی کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ لہٰذا سود بھی چھوڑ دو اور ان چیزوں کو بھی چھوڑ دو جن میں سود کا شائبہ ہو۔

۳۱۔ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَبِیْعُوا الذَّھَبَ بِالذَّھَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَّلَا تَبِیْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَّلَا تَبِیْعُوْا مِنْھَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا ''سونے کو سونے کے بدلہ میں صرف اس صورت میں بیچو جب برابر ہو اور اس میں بعض کو بعض پر زیادہ نہ کرو اور چاندی کو چاندی کے بدلہ میں صرف اس صورت میں بیچو جب برابر ہو اور اس میں بعض کو بعض پر زیادہ نہ کرو اور ان میں سے کسی غیر موجود چیز کو موجود کے بدلے میں نہ بیچو یعنی اُدھار فروخت نہ کرو۔

۳۲۔ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ یَدًا بِیَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِاسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی الْاٰخِذُ وَالْمُعْطِیْ فِیْہِ سَوَاءٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ سونے کا مبادلہ سونے سے، چاندی کا مبادلہ چاندی سے، گیہوں کا مبادلہ گیہوں سے، جو کا مبادلہ جو سے، چھوہارے کا چھوہارے سے، نمک کا نمک سے، برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا چاہیے۔ جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا تو اس نے سودی معاملہ کیا لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔

۳۳۔ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ یَدًا بِیَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَ ھٰذِہِ الْاَصْنَافُ فَبِیْعُوْا کَیْفَ شِئْتُمْ اِذَا کَانَ یَدًا بِیَدٍ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سونے کا مبادلہ

سونے سے، چاندہ کا چاندی سے، گیہوں کا گیہوں سے، جو کا جو سے، چھوہارے کا چھوہارے سے، نمک کا نمک سے، برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا چاہیے۔ اور جب یہ اصناف بدل جائیں یعنی گیہوں کا جو سے اور سونے کا چاندی سے مبادلہ کیا جائے تو جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو لیکن یہ خرد و فروخت بھی ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونی چاہیے۔

۳۴۔ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَهْلِ نَجْرَانَ وَهُمْ نَصَارٰى اَنَّ مَنْ بَاعَ مِنْكُمْ بِالرِّبَا فَلاَ ذِمَّةَ لَهُ. (كَنْزُ الْعُمَّال بِرَمْزِ ابْنِ اَبِى شَيْبَةَ ص ۲۳۴ ج ۲)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ اہل نجران کو ایک فرمان بھیجا جس میں تحریر تھا کہ تم میں سے جو شخص ربا کا کاروبار کرے گا وہ ہمارا ذمی ہو کر نہیں رہ سکتا۔

۳۵۔ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ وَزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَا سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا تَاجِرَيْنِ فَقَالَ اِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلاَ بَاسَ وَلَا يَصْلُحُ نَسِيَّةً. (كَنز بِرَمْزِ عَبْدُالرَّزَّاق فِى الْجَامِعِ ص ۲۳۲ ج ۲)

حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ہم تاجر تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے کاروبار کے متعلق) سوال کیا، آپؐ نے فرمایا کہ اگر معاملہ دست بدست ہو تو مضائقہ نہیں مگر اُدھار پر یہ معاملہ جائز نہیں۔

۳۶۔ عَنِ امْرَاَةِ اَبِى سُفْيَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ بِعْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ جَارِيَةً اِلَى الْعَطَآءِ بِثَمَانِ مِائَةٍ وَابْتَعْتُهَا مِنْهُ بِسِتِّ مِائَةٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا بِئْسَ وَاللّٰهِ مَا اشْتَرَيْتِ اَبْلِغِىْ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ اِنَّهُ قَدْ اَبْطَلَ جِهَادَهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ يَّتُوْبَ قَالَتْ اَفَرَاَيْتَ اِنْ اَخَذْتُ رَاْسَ مَالِىْ قَالَتْ لَا بَاسَ مَنْ جَآءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ. (كَنْزُ الْمُعَالِ بِرَمْزِ عَبْدُالرَّزَّاق فِى الْجَامِعِ وَابْنِ اَبِى حَاتَم ص ۲۳۳ ج ۲)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اپنی ایک کنیز (سرکاری عطا ملنے کے وقت تک) اُدھار پر آٹھ سو روپیہ میں فروخت کی اور پھر یہی کنیز اُن سے چھ سو روپے میں خرید لی (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گویا چھ سو روپے قرض دے کر میعاد مقرر پر آٹھ سو روپے کی مستحق ہوگئی۔ دو سو روپیہ نفع کے مل گئے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ خدا کی قسم! تم نے نہایت برا معاملہ کیا ہے زید بن ارقمؓ کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ تم نے یہ (سودی معاملہ کر کے) اپنا جہاد ضائع کر دیا جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا زوجہ ابوسفیان نے عرض کیا، تو یہ بتلایئے کہ اگر میں ان سے صرف اپنا راس المال یعنی چھ سو روپے لے لوں، باقی چھوڑ دوں تو کیا گناہ سے بری ہو جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہاں جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ جائے اور وہ اپنے گناہ سے باز آ جائے تو پچھلا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور قرآن میں اس کا فیصلہ خود موجود ہے کہ جس نے سودی معاملہ کر لیا ہو اس کو اصل راس المال ملے گا زیادت نہ ملے گی۔

۳۷۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ اِنِّیْ اَقْرَضْتُ رَجُلًا قَرْضًا فَاَهْدیٰ لِیْ هَدِيَّةً قَالَ ثِبْهُ مَكَانَهُ هَدِيَّةً اَوِ احْسُبْهَا لَهُ مِمَّا عَلَيْهِ (كنز برمز عَبْدُالرَّزَّاق فِی الْجَامِعِ ص ۲۳۴ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا تھا۔ اس نے مجھے ایک ہدیہ پیش کیا تو یہ میرے لیے حلال ہے عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کہ یا تو اس کے ہدیہ کے بدلہ میں تم بھی کوئی ہدیہ اُس کو دے دو یا پھر اس ہدیہ کی قیمت ان کے قرض میں مجرا کر دو یا ہدیہ واپس کر دو۔ (وجہ یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس نے قرض کے بدلہ میں یہ ہدیہ دیا ہو)

۳۸۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ قَرْضًا فَاَهْدیٰ اِلَيْهِ طَبَقًا فَلَا يَقْبَلْهُ اَوْ حَمَلَهُ عَلٰى دَابَّتِهٖ فَلَا يَرْكَبْهَا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ جَرٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ مِثْلُ ذَالِكَ. (اِبْن مَاجه بَابُ الْقَرض وَسُنَنُ بَيْهَقِي)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کسی بھائی کو قرض دو پھر وہ تمہیں کوئی طبق کھانے وغیرہ کا بطور ہدیہ پیش کرے تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرو یا وہ اپنی سواری پر تمہیں سوار کرے تو تم سوار نہ ہو، بجز اس صورت کے کہ قرض دینے سے پہلے بھی ان دونوں میں اس طرح کے معاملات ہدیہ لینے دینے کے جاری ہوں تو ہدیہ لینا جائز ہے (کیونکہ اس صورت میں یہ واضح ہے کہ یہ ہدیہ قرض کی وجہ سے نہیں دیا گیا)

۳۹۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّ اُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَهْدٰى اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ ثَمَرَةِ اَرْضِهٖ فَرَدَّهَا فَقَالَ اُبَىُّ لِمَ رَدَدْتَّ هَدِيَّتِىْ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنِّىْ مِنْ اَطْيَبِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ثَمَرَةً خُذْ عَنِّىْ مَا تَرُدُّ عَلَىَّ هَدِيَّتِىْ وَكَانَ عُمَرُ اَسْلَفَهٗ عَشَرَةَ الْاٰفِ دِرْهَمٍ. (كنز برمز بُخارى و مُسلم وعَبْدُالرَّزّاق فى الْجَامِع ص ۲۳۸ ج ۳)

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنے باغ کا پھل بطور ہدیہ بھیجا، حضرت فاروق اعظمؓ نے واپس کر دیا۔ ابی بن کعبؓ نے شکایت کی اور عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے باغ کا پھل سارے مدینہ میں لطیف اور افضل ہے (یعنی ظاہری عمدگی کے اعتبار سے یا حلال طیب ہونے کے اعتبار سے) پھر آپ نے اس کو کیوں رد کر دیا، اس کو واپس لیجئے، بعض روایات میں ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ابن کعبؓ کو دس ہزار درہم قرض دیئے تھے، خطرہ یہ ہوا کہ کہیں یہ ہدیہ اس قرض کے عوض میں نہ ہو۔ بعد میں ابی بن کعبؓ کی یقین دہانی اور ان کے سابقہ معاملات پر نظر ثانی فرما کر فاروق اعظمؓ نے قبول فرما لیا۔ جیسا کہ اوپر حضرت انس کی حدیث میں ایسی صورت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جس میں قرض لینے اور دینے والے کے درمیان پہلے سے ہدیہ دینے کا رواج تھا اور یہی وجہ ہے کہ فاروق اعظمؓ پر قبول ہدیہ کا اصرار کرنے کے باوجود حضرت ابی بن کعبؓ کا خود بھی فتویٰ یہی ہے کہ جس شخص کے ذمہ اپنا قرض ہو، اُس سے ہدیہ قبول کرنا درست نہیں، جیسا کہ روایت نمبر ۴۰ سے واضح ہے۔

۴۰۔ وَعَنْ اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا اَقْرَضْتَ رَجُلًا قَرْضًا فَاَهْدٰى

لَکَ هَدِيَّةً فَخُذْ قَرْضَکَ وَارْدُدْ اِلَيْهِ هَدِيَّتَهُ. (کَنز برمز عَبْدُالرَّزَّاق فِی الْجَامِعِ ص ۲۳۸ ج ۳)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم کسی کو قرض دو پھر وہ تم کو کچھ ہدیہ دے، پس اپنا قرض لے لیا کرو، اور ہدیہ لوٹا دیا کرو۔

۴۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِذَا اَسْلَفْتَ رَجُلًا سَلَفًا فَلَا تَقْبَلْ مِنْهُ هَدِيَّةً كُرَاعٍ اَوْ عَارِيَةَ رُكُوبِ دَابَّةٍ (ذَكَرَهُ فِی الْكَنْزِ بِرَمْزِ عَبْدُالرَّزَّاقِ فِی الْجَامِعِ ص ۲۳۸ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو قرض دو تو اُس کو ہدیہ گوشت کا یا عاریۃً اس کی سواری کو قبول نہ کرو۔

۴۲۔ عَنْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا ذَكَرَهُ فِی الْكَنْزِ بِرَمْزِ حَارِثِ بْنِ اَبِیْ اُسَامَةَ فِیْ مُسْنِدِهِ مِثْلُهُ فِی الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَتَكَلَّمَ عَلٰى اِسْنَادِهِ فِیْ فَيْضِ الْقَدِيْرِ وَلٰكِنَّ شَارِحَهُ الْعَزِيْزِیَّ قَالَ فِی السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ قَالَ الشَّيْخُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ لِغَيْرِهٖ.

حضرت علی کرم اللہ وجہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرض کوئی نفع پیدا کرے وہ ربا ہے۔

۴۳۔ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ هَلَاكًا فَشٰى فِيْهِمُ الرِّبَا فَرَوٰى عَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (كَنز برمز مُسْنَد الْفِرْدَوْسِ لِلدَّيْلَمِیِّ ص ۲۱۳ ج ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ان میں ربا یعنی سودی کاروبار پھیل جاتا ہے۔

۴۴۔ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ خَطَبَ فَقَالَ اِنَّكُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنَّا لَا نَعْلَمُ اَبْوَابَ الرِّبَا وَلَاَنْ اَكُوْنَ اَعْلَمَهَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِیْ مِصْرُ وَكُوَرُهَا وَاِنَّ مِنْهُ اَبْوَابٌ لَا تَخْفٰى عَلٰى اَحَدٍ مِنْهَا السَّلَمُ فِی السِّنِّ وَاَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ وَهِیَ مُعَصْفَةٌ لِّمَا تَطِبْ وَاَنْ يُّبَاعَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ نَسَاءً (ذَكَرَهُ فِی الْكَنْزِ بِرَمْزِ عَبْدُالرَّزَّاقِ فِی

الْجَامِعِ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ ص ۲۳۲ ج ۲)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک روز خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ہم ابواب ربا کی قسمیں نہیں جانتے اور بلاشبہ اگر مجھے اقسام ربا کی پوری حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ پوری سلطنت مصر اور متعلقات مصر کی مجھے حاصل ہو (لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ربا کی حقیقت بھی مبہم ہے۔ کیونکہ) ربا کی بہت سی اقسام ایسی ہیں جو کسی پر مخفی نہیں منجملہ ان کے ایک قسم ربوا کی یہ ہے کہ جانوروں میں بیع سلم (بدھنی) کی جائے اور ایک یہ ہے کہ پھلوں کی بیع اُن کے کچا ہونے کی حالت میں پکنے سے پہلے کردی جائے اور یہ کہ سونے کو چاندی کے بدلے میں اُدھار پر فروخت کیا جائے۔

۴۵۔ عَنِ الشَّعْبِیْ قَالَ قَالَ عُمَرُ تَرَکْنَا تِسْعَةَ اَعْشَارِ الْحَلَالِ مَخَافَةَ الرِّبٰوا (ذَکَرَہٗ فِی الْکَنْزِ بِرَمْزِ عَبْدُالرَّزَّاقِ فِی الْجَامِعِ ص ۲۳۱ ج ۲)

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نوے فی صدی حلال کو ربوا کے خوف سے چھوڑ رکھا ہے۔

۴۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ یَکُوْنَ لَہُ الْحَقُّ عَلٰی رَجُلٍ اِلٰی اَجَلٍ فَیَقُوْلُ عَجِّلْ لِیْ وَاَنَا اَضَعُ عَنْکَ لَا بَاْسَ بِذٰلِکَ وَاِنَّمَا الرِّبٰوا اَخِّرْ لِیْ وَاَنَا اُزِیْدُکَ وَلَیْسَ عَجِّلْ لِیْ وَاَنَا اَضَعُ لَکَ. (کَنْزُ بِرَمْزِ ابْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی شخص کے ذمہ کسی کا کوئی قرض ہو اور وہ میعاد مقررہ سے پہلے یہ کہے کہ میرا روپیہ آپ نقد دے دیں تو میں اپنے قرض کا کوئی حصہ چھوڑ دوں گا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ربا تو اس میں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے میعادِ مقررہ سے مزید مہلت قرض میں دے دو تو میں تمہیں اتنی رقم زیادہ دوں گا اس میں ربا نہیں کہ میعاد سے پہلے دے تو اتنی رقم کم کردوں گا۔

۴۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَا تُشَارِکْ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَلَا مَجُوْسِیًّا قِیْلَ وَلِمَ قَالَ لِاَنَّهُمْ یُرْبُوْنَ وَالرِّبٰوا لَا یَحِلُّ (کَنْزُ بِرَمْزِ عَبْدُالرَّزَّاقِ فِیْ

الْجَامِع ص ۲۳۳ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی کے ساتھ شرکت کا کاروبار نہ کرو لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ لوگ ربا کے معاملات کرتے ہیں اور ربا حلال نہیں۔

بات کیا تھی احادیث کے نام سے کیا بنادی

گذشتہ صفحات میں چالیس سے زائد روایات قارئین نے ملاحظہ کی ہیں ان میں بیشتر تو وہ ہیں جن پر وہ جرح کی جائے جو خود محدثین نے متفقہ طور پر کی ہے تو ظاہر ہو جائے گا یہ محض خانہ پری کرنے کے لیے درج کی گئی ہیں اور ان کا انداز تقریباً وہی ہے جو ''اربعین'' میں اکثر پایا جاتا ہے چونکہ چالیس احادیث کو جمع کرنے والے کے لیے ایک خاص انعام کا ذکر ہے لہٰذا اُس انعام کو حاصل کرنے کے لیے سینکڑوں لوگوں نے کوشش کی ہے کہ یہ انعام ہم بھی حاصل کرلیں اور ظاہر ہے کہ یہ ہر انسان کا فطری حق بھی ہے۔ بعض بزرگوں نے ایک ہی مضمون پر چالیس روایات جمع کرنے کا شرف بھی حاصل کیا ہے جن میں اوپر درج کرنے والے بزرگ کو بھی یقیناً مل چکا ہوگا۔

لیکن ان روایات میں بعض ایسی بھی ہیں جن کے متعلق آج تک کسی کو سمجھ نہیں آئی کہ ان کا اصل مطلب کیا ہے اور چونکہ ان کی نسبت نبی اعظم وآخر ﷺ سے ہے اور وہ صحیح ترین کتب میں درج ہوتی چلی آ رہی ہیں جس نے ان کا ابہام ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے اپنے طریقہ پر اس کا مطلب بھی بیان کیا ہے اگر ان کے بیانات کو کوئی صاحب عقل پڑھے تو وہ دم بخود ہو کر رہ جائے کہ میں یہ کیا پڑھ رہا ہوں مثلاً:

پیچھے حدیث نمبر ۳۱ تا ۳۳ میں پڑھا ہے کہ ''نبی اعظم وآخر ﷺ نے فرمایا کہ سونے کا مبادلہ سونے سے، چاندی کا مبادلہ چاندی سے، گیہوں کا گیہوں سے، جو کا جو سے، چھوارے کا چھوارے سے، نمک کا نمک سے برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا چاہیے جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا تو اُس نے سودی (یعنی حرام) معاملہ کیا۔ لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔''

یہ اور اس جیسی دوسری تمام روایات خواہ وہ صحیحین میں ہوں یا صحاح ستہ میں، خواہ روایات کے دوسرے ذخیرے میں ان کی سندات نہایت پختہ ہوں راویان حدیث سب کے سب ضابط ہوں اور سند پر کسی قسم کا کوئی اعتراض ممکن ہی نہ ہو پھر بھی فی نفسہ اس کا مفہوم کیسے متعین ہوگا۔

i۔ ایسا کوئی احمق نہیں جو ایک سیر گندم دے کر اسی نوعیت اور اسی قیمت کی ایک سیر گندم لے اور وہ بھی دست بدست۔

ii۔ یہ بھی کوئی نہیں کرے گا کہ جان بوجھ کر ایک سیر گندم لے اور بالکل اُسی طرح کی سوا سیر گندم کسی دوسرے کو دے اور وہ بھی دست بدست تا کہ اس کو روکنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا ہو۔

iii۔ باقی تمام چیزوں میں بھی کوئی ایسا کیوں کرے گا وہ چھ چیزیں ہوں یا چھ سو جب کہ وہ ایک جیسی ہوں، برابر برابر ہوں اور دست بدست بھی۔

iv۔ اگر ایک کی صنف اچھی ہے اور دوسرے کی نرم تو پھر بھی اچھی صنف والا اس کو کیسے قبول کرے گا اور وہ بھی دست بدست۔

شارحین نے بہت کچھ بیان کیا لیکن کوئی نتیجہ جب سامنے نہ آیا تو فوراً حضرت عمر فاروق والی روایت سامنے لے آئے کہ یہی اشکال ان کو پیش آیا تھا کیونکہ روایت میں چھ چیزوں کے نام لے کر ان میں کمی بیشی اور اُدھار کو بحکم ربوا قرار دیا گیا مگر الفاظ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ یہ حکم صرف ان ہی چھ چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا کسی ضابطہ کے تحت اور چیزیں بھی اس میں داخل ہیں اور چونکہ آیات ربا آپ ﷺ کی آخر عمر میں نازل ہوئیں اس کے متعلق روایات مذکور کی مزید تشریح کو آپ ﷺ سے دریافت کرنے کا کسی کو اتفاق نہ ہوا۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر اظہار افسوس فرمایا کہ کاش ہم نے آپ ﷺ سے اس کی پوری تشریح کر لی ہوتی۔

غور کیا آپ نے کہ روایت بھی سامنے لے آئے لیکن پھر روایت کا ابہام جو دراصل تھا اُس کو پھر ایسا چھپایا کہ ذہن کو دوسری طرف پھیر دیا کہ یہ ابہام ان چھ اشیاء کی تعداد میں

تھا تا کہ نہ سمجھ میں آنے والی بات اُسی طرح بدستور قائم رہے کیونکہ سمجھنا تو یہ تھا کہ جن چیزوں کا نام لیا گیا ہے ان میں کسی ایک کو بھی اس طرح لینے دینے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ وہ بات ہے جس کو ناچیز بندہ نے اپنی کتاب ''ربا'' کیا ہے؟ میں مثال دے کر بیان کیا ہے کہ ایک جگہ پر تیسواں روپیہ گم ہو گیا جو آج تک کوئی تلاش نہیں کر سکا جو دراصل ''دوتو رکھ لے'' میں چلا گیا۔ مثال پڑھنا مطلوب ہو تو ''ربا کیا ہے؟'' کے عنوان ''لطائف'' کو دیکھیں۔

اس طرح مذکورہ مقام پر اس روایت کو پیش کر کے جو چیز مبہم تھی اُس کو مزید مبہم کر دیا گیا۔ روایت میں قرآنِ کریم کے ''الربوا'' کی بات تھی جو آپ ؐ کی آخری عمر میں نازل ہونے کے باعث تشریح طلب رہ گئی اور الجھن روایات والی چھ چیزوں میں منتقل کر دی گئی اس کو کہتے ہیں ؏

جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

گویا سوئی تو گھر میں گم ہوئی ہے لیکن کیا کیا جائے وہاں گھپ اندھیرا ہے چونکہ چوراہے پر روشنی بہت ہے ہر ایک چیز نظر آ رہی ہے اس لیے اس کی تلاش اس مقام سے کی جا رہی ہے کیونکہ مطلوب تلاش ہے سوئی نہیں۔ اس کا نام علم ہے جو بہت مدت سے ہم پڑھتے پڑھاتے آ رہے ہیں جس سے سر پھیرنا کفر ہے۔

صحیح ہے علم حاصل کرنے میں بیسیوں سال لگائے ہوں اور دن رات پڑھا ہو صرف کی گردانیں یاد کی ہوں اور صرف صغیر اور کبیر سے مکمل شناسائی ہو پندرہ علوم حاصل کیے ہوں، جب اس پڑھنے میں سب کچھ گم ہو جائے تو اس طرح کی الجھنیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں اور دوسروں کو ایسی الجھن میں ڈال دیا جا سکتا ہے تا کہ وہ آگے بول نہ سکیں کہ یہ حدیث کی بات ہے۔

پھر اس طرح کی یہ ایک ہی بات نہیں اس قبیل کی سینکڑوں باتیں ہیں جو سمجھی نہیں جا سکتیں صرف تسلیم کی جا سکتی ہیں، ان کو سمجھنا ناجائز اور تسلیم کرنا جائز طریقہ ہے آج سے نہیں مدت سے تسلیم ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ ہمارا پیالہ گم ہو جائے تو اُسے صاع میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ بغیر کسی سے پوچھے کسی کے تخت کو اس طرح اُٹھا لاتے ہیں کسی کو کان و کان خبر نہیں

ہوتی۔ ہم کسی ملکہ کی پنڈلیاں دیکھنے کے لیے شیشے کا ایک بہت بڑا محل تیار کرا سکتے ہیں پھر اس کی پنڈلیاں دیکھ کر ایسے ایسے نورے تیار کرا سکتے ہیں جس سے اُس کی جنس ہی بدل جائے۔ اس طرح ہم مضمون سے دور نکل رہے ہیں ہمیں واپس آنا چاہیے تا کہ اصل مضمون غائب نہ ہو جائے۔

حضرات کوئی گستاخی ہوئی ہے تو معافی چاہتا ہوں لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کے تحت ہوا سو ہوا اور ظلم کی داستان فی الوقت نہیں چھیڑ سکتا ہاں! یہ عرض کرنے پر اب مجبور ہوں کہ ان روایات میں جو مضمون بیان ہوا ہے اُس کی تفہیم کی کوئی سبیل اگر ممکن ہو ورنہ مجھے کچھ عرض کرنا پڑے گا جو میری سمجھ میں آیا فی الحال سمجھنے کی پوزیشن میں ہوں۔

ان میں سے بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ جو ربا خور ہو گا وہ ہمارا ذمی ہو کر بھی نہیں رہ سکے گا لیکن اس وقت جو بظاہر حالات نظر آتے ہیں ان کے مطابق ربا خوروں کے ہم ذمی ہو کر رہ رہے ہیں ان دونوں باتوں میں اگر کوئی فرق ہے تو بتا دیا جائے کہ یہ وقت بدل کیوں گیا اس طرح یہ بھی کہ وقت بدل گیا ہے یا ہم ہی بدل گئے ہیں۔

روایت ۴۵ میں کہا گیا ہے کہ ''ہم نے ۹۰ فی صد حلال کو ربوا کے خوف سے چھوڑ رکھا ہے۔'' جب یہ بات واضح ہے کہ ایک چیز حلال ہے تو پھر اُس میں ''ربا'' کے خوف کا مطلب؟ اور اس طرح یہ بھی کہ ''ربا'' کو ''الربوا'' کس دلیل سے تصور کر لیا گیا۔

اپنی بات بیان کرنے میں اگرچہ خوف لگتا ہے تاہم ڈرتے ڈرتے اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ''ربا'' اور ''الربوا'' کا فرق تو واضح ہو چکا ہو گا اور یہ بات بھی کہ ''الربوا'' تو ہر حال میں حرام ہے اس کی حرمت پر قرآن کریم کی شہادت موجود ہے تاہم ''ربا'' کی بعض صورتیں بھی حوصلہ شکنی کے لائق ہیں روایات میں ان کو بھی بیان کیا گیا ہے جو عام تجارت کا حصہ نظر آتی ہیں مختصراً اتنا یاد رکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ:

خیال رہے بات ربا کی ہو رہی ہے ''الربوا'' کی نہیں سو ربا کے سلسلے میں ایک ضروری نکتہ پیش نظر رکھنا چاہیے اس مجموعہ میں یہ روایت موجود ہے کہ ربا کی کچھ اوپر (یعنی بکثرت)

اقسام ہیں حتیٰ کہ نکاح محرمات اور کسی مسلمان کی آبرو ریزی بھی رباہی کی اقسام میں داخل ہیں۔ کچھ اقسام خرید وفروخت سے متعلق ہیں جن کا ذکر بھی ان روایات میں موجود ہے ان سب کو ملا کر دیکھتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ ربا دراصل ایک ذہن ہے۔ ایک خاص رجحان (Trend) اور مخصوص جذبہ دروں ہے یہ ایک ظلم ہے جو خود غرضانہ نفع اندوزی یک طرفہ منافع اور دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے جب یہ ربا سے ''الربوا'' کی طرف مائل ہوتا ہے یہ ضد کہلاتا ہے نفاق کی جو اسلام کی اخلاقی، معاشی اور معیشی زندگی کی بنیاد ہے۔ انفاق میں ایثار ہے دوسروں کے فائدے کے لیے اور ''الربوا'' میں دوسروں کا نقصان ہوتا ہے اپنے نفع کے لیے۔ یہ خود غرضانہ ذہنیت صرف خرید وفروخت ہی میں نہیں ہوتی بلکہ زندگی کے تمام گوشوں پر پھیل جاتی ہے اور یہ جہاں اور جس رنگ میں بھی ہوگی رباہی کے کسی مرتبے پر ہوگی اور زیادہ ترقی کر کے ''الربوا'' ہو جائے گی۔

قرض بمعنی ادھار انسان کسی مجبوری ہی سے لیتا ہے۔ انسانیت اور اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ مجبوری میں مجبور کی اعانت و ہمدردی کی جائے نہ کہ اُس کی مجبوری سے کوئی ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے۔ قرآنِ کریم نے دولفظوں میں ''ربا'' ہو یا ''الربوا'' کا بیان فرمادیا'' (نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہوگا)'' چونکہ ربا ابتدا ہے ''الربوا'' کی اس لیے ایک ظلم ہے تو دوسرا ظلم عظیم۔ ایک ابتدا ہے تو دوسرا انتہا۔

نبی اعظم وآخر ﷺ کو جس گوشہ زندگی میں کوئی ایسی ذہنیت کارفرما نظر آئی وہیں فوراً اس کا نوٹس لیا۔ اس کے بعد کے ادوار میں نہ تو ''انما الربا فی النسیة ''سود صرف اُدھار میں ہوتا ہے کا یہ مطلب نہیں کہ نقد میں سود نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اس کے احکامات زیادہ تر اُدھار ہی میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی سمجھ لیجئے کہ یدا بید کے یہ معنی نہیں کہ دست بدست اور نقدا نقد معاملہ ہو تو اس میں ربا نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ نقد میں اس کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ جہاں کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے یا ایسی تجارت جو عدل کے خلاف ہو یا یک طرفہ فائدہ مدنظر ہو یا انکل پچو خرید وفروخت ہو تو خواہ وہ نقد ہو یا اُدھار سب ربا کی کسی

نہ کسی قسم میں داخل ہوگی جس کا انتہا ''الربوا'' پر منتہی ہوگی اس کی مثالیں ان روایات میں بھی موجود ہیں اوران کے علاوہ بہت سے دوسری روایات میں بھی۔

مختصر یہ کہ ربا وہ بیج ہے جو اس جذبہ کے تحت بویا جاتا ہے جس میں صرف اپنا خود غرضانہ نفع مدنظر ہو اور انفاق وہ بیج ہے جو اس لیے بویا جاتا ہے کہ دوسروں کا نفع ہو اگرچہ اپنا ظاہری نقصان بھی نظر کیوں نہ آئے۔ تجارت وہ بیج ہے جس میں دونوں کا فائدہ پیش نظر ہو گویا یہ اخلاقی رجحانات کی قسمیں ہیں محض لین دین نہیں۔ روایات کے محض الفاظ کو پیش نظر رکھ کر خود غرضانہ نفع اندوزی کے حیلے تراشنا ربا سے نہیں بچا سکتا جیسا کہ فی زمانہ ہمارے اکثر مذہبی راہنماؤں اور اسلامی بینکوں کی یہی سوچ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر گامزن فرمادے اور ہم سب کے سب سیدھی راہ چل نکلیں۔ (اللھم ارنا الحق حقا)

## بینک کیسے معرض وجود میں آئے

### پہلا مرحلہ

اس بات کی چنداں ضرورت نہیں تھی کہ بینک کیسے معرضِ وجود میں آئے اس لیے کہ یہ جملہ زبانِ زد خاص وعام ہے کہ ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' لیکن لوگ اکثر یہ سوال اس باعث کرتے ہیں کہ بات واضح ہوجائے ''الربوا'' کی حرمت پہلے موجود تھی کہ بینک تشکیل پائے یا بینک موجود تھے کہ ''الربوا'' حرام قرار دیا گیا۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوجائے کہ نظام ساہوکاری کی ابتدائی تاریخ کیا ہے؟ نبی اعظم وآخر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یا قبل از بعثت نیز یہ بھی کہ اس کی ابتدا کس مقام سے ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مودودی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

مغربی ممالک میں اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ پہلے جب کاغذ کے نوٹ نہ چلتے تھے تو لوگ زیادہ تر اپنی دولت سونے کی شکل میں جمع کیا کرتے تھے اور اسے گھروں میں رکھنے کے بجائے حفاظت کی غرض سے سناروں کے پاس رکھوا دیتے تھے۔ سنار ہر امانت دار کو اس کی امانت کے بقدر سونے کی رسید لکھ دیتا تھا جس میں تصریح ہوتی تھی کہ رسید بردار کا اتنا سونا فلاں سنار کے پاس محفوظ ہے۔ رفتہ رفتہ یہ رسیدیں خرید وفروخت اور قرضوں کی ادائیگی اور

حسابات کے تصفیہ میں ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی طرف منتقل ہونے لگیں۔ لوگوں کے لیے یہ بات زیادہ آسان تھی کہ سونے کی رسید ایک دوسرے کو دے دیں بہ نسبت اس کے کہ ہر لین دین کے موقع پر سونا سنار کے ہاں سے نکلوایا جائے اور اس کے ذریعہ سے کاروبار ہو۔ رسید حوالہ کر دینے کے معنی گویا سونا حوالہ کر دینے کے تھے۔ اس لیے تمام کاروباری اغراض کے لیے یہ رسیدیں اصل سونے کی قائم مقام بنتی چلی گئیں اور اس امر کی نوبت بہت ہی کم آنے لگی کہ کوئی شخص وہ سونا نکلوائے جو ایک رسید کے پیچھے سنار کے پاس محفوظ تھا۔ اس کا موقع بس انہی ضرورتوں کے وقت پیش آتا تھا۔ جب کسی کو بجائے خود سونے ہی کی ضرورت ہوتی تھی ورنہ ذریعہ مبادلہ کی حیثیت سے جتنے کام سونے سے چلتے تھے وہ سب اُن ہلکی پھلکی رسیدوں کے ذریعہ سے چل جایا کرتے تھے جن کا کسی کے پاس ہونا اس بات کی علامت تھا کہ وہ اس قدر سونے کا مالک ہے۔

اب تجربہ سے سناروں کو معلوم ہوا کہ جو سونا اس کے پاس لوگوں کی امانتوں کا جمع ہے اس کا بمشکل دسواں حصہ نکلوایا جاتا ہے، باقی 9 حصے ان کی تجوریوں میں بے کار پڑے رہتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ 9 حصوں کو استعمال کیوں نہ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے یہ سونا لوگوں کو قرض دے کر اس پر سود وصول کرنا شروع کر دیا اور اسے اس طرح استعمال کرنے لگے گویا کہ وہ ان کی اپنی ملک ہے۔ حالانکہ دراصل وہ لوگوں کی مِلک تھا۔ مزید لطف یہ ہے کہ وہ اس سونے کے مالکوں سے اس کی حفاظت کا معاوضہ بھی وصول کرتے تھے اور چپکے چپکے اسی سونے کو قرض پر چلا کر اس کا سود بھی وصول کر لیتے تھے۔

پھر ان کی چالاکی اور دغا بازی اس حد پر بھی نہ رُکی۔ وہ اصل سونا قرض پر دینے کے بجائے اُس کی قوت پر کاغذی رسیدیں چلانے لگے۔ اس لیے کہ ان کی دی ہوئی رسیدیں بازار میں سارے کام کر رہی تھیں جو ذریعہ مبادلہ ہونے کی حیثیت سے سونا کرتا تھا اور چونکہ انہیں تجربہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ محفوظ سونے کا صرف دسواں حصہ ہی عموماً واپس مانگا جاتا ہے اس لیے انہوں نے باقی ۹ حصوں کی قوت پر ۹ کی نہیں بلکہ ۹۰ حصوں کی جعلی رسیدیں بنا کر زر کاغذی کی حیثیت سے چلائی اور قرض دینی شروع کر دیں۔ اس معاملہ کو مثال کے

ذریعہ سے یوں سمجھیئے کہ اگر سنار کے پاس ایک شخص نے سو روپے کا سونا جمع کرایا تھا تو سنار نے سو روپے کی دس رسیدیں بنائیں، جن میں سے ہر ایک پر لکھا کہ اس رسید کے پیچھے سو روپے کا سونا میرے پاس جمع ہے۔ ان دس رسیدوں میں سے ایک (جس کے پیچھے فی الواقع سو روپے کا سونا موجود تھا) اس نے سونا جمع کرانے والے کے حوالہ کی، اور باقی ۹ سو روپے کی نو رسیدیں (جن کے پیچھے درحقیقت کوئی سونا موجود نہ تھا) دوسرے لوگوں کو قرض دیں اور اُس پر اُن سے سود وصول کرنا شروع کر دیا۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک سخت قسم کا دھوکا اور فریب تھا۔ اس دغا بازی اور جعل سازی کے ذریعہ سے اُن لوگوں نے ۹۰ فی صدی جعلی روپیہ بالکل بے بنیاد کرنسی کی شکل میں بنا ڈالا اور خواہ مخواہ اس کے مالک بن بیٹھے اور سوسائٹی کے سر پر اس کو قرض کے طور پر لاد لاد کر اس پر دس بارہ فی صدی سود وصول کرنے لگے۔ حالانکہ انہوں نے اس مال کو کمایا تھا، نہ کسی جائز طریقہ سے اس کے حقوق ملکیت انہیں پہنچے تھے، اور نہ وہ کوئی حقیقی روپیہ تھا جس کو ذریعہ تبادلہ کے طور پر بازار میں چلانا اور اس کے عوض اشیاء اور خدمات حاصل کرنا کسی اصولِ اخلاق و معیشت و قانون کی رُو سے جائز ہو سکتا تھا۔ ایک سادہ مزاج آدمی جب اُن کے اس کرتوت کی روداد سنے گا تو اس کے ذہن میں قانونِ تعزیرات کی وہ دفعات گھومنے لگیں گی جو دھوکے اور جعل سازی کے جرائم سے متعلق ہیں، اور وہ اس کے بعد یہ سننے کا متوقع ہوگا کہ پھر شاید اُن سناروں پر مقدمہ چلایا گیا ہوگا۔ لیکن وہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوا۔ یہ سنار اس مسلسل جعل سازی کے جرائم سے ملک کی ۹۰ فی صدی دولت کے مالک ہو چکے تھے۔ بادشاہ اور امراء اور وزراء سب ان کے قرض کے جال میں پھنس چکے تھے۔ خود حکومتیں لڑائیوں کے موقع پر، اور اندرونی مشکلات کی عقدہ کشائی کے لیے ان سے بھاری قرض لے چکی تھیں۔ اب کس کی مجال تھی جو یہ سوال اُٹھا سکتا کہ یہ لوگ کہاں سے اتنے بڑے سرمائے کے مالک ہو گئے۔ پھر جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''اسلام اور جدید معاشی نظریات'' میں بیان کر چکے ہیں، پرانی جاگیرداری کے مقابلہ میں جو نئی بورژوا تہذیب وسیع المشربی اور آزادی اور جمہوریت کے زبردست اسلحہ لے کر نشاۃ ثانیہ کے دور میں اُٹھ رہی تھی اس کے

میر کارواں اور مقدمۃ الجیش یہی ساہوکار اور کاروباری لوگ تھے جن کی پشت پر فلسفہ اور ادب اور آرٹ کا ایک لشکر عظیم ہر اُس شخص اور گروہ پر ہلہ بول دینے کے لیے تیار تھا جو مسٹر گولڈسمتھ کے سرمایۂ عظیم کا ماخذ دریافت کرنے کی جرأت کرتا۔ اس طرح وہ دغابازی وہ جعل سازی، جس سے یہ دولت بنائی گئی تھی، قانون کی گرفت سے محفوظ ہی نہیں رہ گئی بلکہ قانون نے اس کو بالکل جائز تسلیم کر لیا، اور حکومتوں نے ان سناروں کا جواب بینکر اور فینانشیر بن چکے تھے، یہ حق مان لیا کہ وہ نوٹ جاری کریں، اور ان کے جاری کردہ نوٹ باقاعدہ زرِ کاغذی کی حیثیت سے کاروبار کی دنیا میں چلنے لگے۔

دوسرا مرحلہ

یہ تھی اُس سرمائے کی اصلیت جس کے بل بوتے پر قدیم سنار دورِ جدید کے ساہوکار اور اقلیم زر کے فرمانروا بنے۔ اس کے بعد اُنہوں نے ایک قدم اور بڑھایا جو پہلے قدم سے بھی زیادہ فتنہ انگیز تھا۔

جس دور میں یہ جدید ساہوکاری اس جعلی سرمایہ سے طاقت پکڑ کر سر اُٹھا رہی تھی یہ وہی دَور تھا جب مغربی یورپ میں ایک طرف صنعت اور تجارت سیلات کی سی شدت کے ساتھ اُٹھ رہی تھی اور تمام دنیا کو مسخر کیا چاہتی تھی، دوسری طرف تمدن و تہذیب کی ایک نئی عمارت اُٹھ رہی تھی جو یونیورسٹیوں سے لے کر میونسپلٹیوں تک زندگی کے ہر شعبے کی تعمیر جدید چاہتی تھی۔ اس موقعہ پر ہر قسم کے معاشی اور تمدنی کاموں کو سرمائے کی حاجت تھی نئی نئی صنعتیں اور تجارتیں اپنے آغاز کے لیے سرمایہ مانگ رہی تھیں۔ پہلے کے چلتے ہوئے کاروبار اپنی ترقی اور پیش قدمی کے لیے بڑی اور روز افزوں مقدار میں سرمائے کے طالب تھے۔ اور تہذیبی و تمدنی ترقی کی مختلف انفرادی و اجتماعی تجویزیں بھی اپنی ابتدا اور اپنے ارتقا کے لیے اس چیز کی محتاج تھیں۔ ان سب کاموں کے لیے خود کارکنوں کا اپنا ذاتی سرمایہ بہرحال ناکافی تھا۔ اب لامحالہ دو ہی ذرائع تھے جن سے یہ خونِ حیات اس تمدنِ جدید کے نوخیز شباب کی آبیاری کے لیے بہم پہنچ سکتا تھا۔

ا۔ وہ سرمایہ جو سابق سناروں اور حال کے ساہوکاروں کے پاس تھا۔

۲۔ وہ سرمایہ جو متوسط اور خوشحال طبقوں کے پاس ان کی پس انداز کی ہوئی آمدنیوں کی شکل میں جمع تھا۔

ان میں سے پہلی قسم کا سرمایہ تو تھا ہی ساہوکاروں کے قبضہ میں، اور وہ پہلے سے سود خوری کے عادی تھے، اس لیے اس کا ایک حبہ بھی حصہ داری کے اصول پر کسی کام میں لگنے کے لیے تیار نہ تھا اس ذریعہ سے جتنا روپیہ بھی صناعوں اور تاجروں اور دوسرے معاشی وتمدنی کارکنوں کو ملا قرض کے طور پر ملا اور اس شرط پر ملا کہ خواہ ان کو نفع ہو یا نقصان اور خواہ ان کا نفع کم ہو یا زیادہ بہر حال ساہوکار کو انہیں ایک طے شدہ شرح کے مطابق منافع دینا ہوگا۔

اس کے بعد صرف دوسرا ذریعہ ہی ایسا رہ جاتا تھا جس سے معاشی کاروبار اور تعمیر و ترقی کے کاموں کی طرف سرمایہ اچھی اور صحت بخش صورتوں سے آ سکتا تھا، مگر ان ساہوکاروں نے ایک ایسی چال چلی جس سے یہ ذریعہ بھی انہی کے قبضہ میں چلا گیا اور انہوں نے اس کے لیے بھی تمدن و معیشت کے معاملات کی طرف جانے کے سارے دروازے، ایک سودی قرض کے دروازے کے سوا بند کر دیئے۔ وہ چال یہ تھی کہ انہوں نے سود کا لالچ دے کر تمام ایسے لوگوں کا سرمایہ بھی اپنے پاس کھینچنا شروع کر دیا جو اپنی ضرورت سے زیادہ آمدنی بچا رکھتے تھے، یا اپنی ضرورتیں روک کر کچھ نہ کچھ پس انداز کرنے کے عادی تھے یہ بات اوپر آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ یہ سنار ساہوکار پہلے سے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ ربط وضبط رکھتے تھے، اور ان کی جمع پونجی انہی کے پاس امانت رہا کرتی تھی۔ اب جو انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے سرمائے کو کاروبار میں لگانے لگے ہیں اور ان کی پس انداز کی ہوئی رقمیں ہمارے پاس آنے کے بجائے کمپنیوں کے حصے خریدنے میں زیادہ صرف ہونے لگی ہیں، تو انہوں نے کہا کہ آپ لوگ اس زحمت میں کہاں پڑتے ہیں؟ اس طرح تو آپ کو خود شرکت کے معاملات طے کرنے ہوں گے، خود حساب کتاب رکھنا ہوگا، اور سب سے زیادہ یہ کہ اس طریقہ سے آپ نقصان کے خطرے میں بھی پڑیں گے اور نفع کا اُتار چڑھاؤ بھی آپ کی آمدنی پر اثر انداز ہوتا رہے گا۔ اس کے بجائے آپ اپنی رقمیں ہمارے پاس جمع کرائیے۔ ہم ان کی حفاظت بھی بلا معاوضہ کریں گے، ان کا حساب کتاب بھی مفت

رکھیں گے، اور آپ سے کچھ لینے کے بجائے اُلٹا آپ کو سود دیں گے۔

یہ چال تھی جس سے ۹۰ فی صدی بلکہ اس سے بھی زیادہ پس انداز رقمیں براہِ راست معیشت وتمدن کے کاموں کی طرف جانے کے بجائے ساہوکار کے دست تصرف میں چلی گئیں اور قریب قریب پورے قابل حصول سرمائے پر اُس کا قبضہ ہوگیا۔ اب صورتِ حال یہ ہوگئی کہ ساہوکار اپنے جعلی سرمائے کو تو سود پر چلا ہی رہا تھا، دوسروں کا سرمایہ بھی اس نے سستی شرح سود پر لے کر زیادہ شرح پر قرض دینا شروع کر دیا۔ اس نے یہ بات ناممکن بنا دی کہ اس کی مقرر کی ہوئی شرح کے سوا کسی دوسری شرط پر کسی کام کے لیے کہیں سے کوئی سرمایہ مل سکے۔ جو تھوڑے بہت لوگ ایسے رہ بھی گئے جو ساہوکار کی معرفت سرمایہ لگانے کے بجائے خود براہِ راست کاروبار میں لگانا پسند کرتے تھے اُن کو بھی ایک لگا بندھا منافع وصول کرنے کی چاٹ لگ گئی اور وہ سیدھے سادھے حصے (Share) خریدنے کے بجائے وثیقوں (Debenture) کو ترجیح دینے لگے جن میں ایک مقرر منافع کی ضمانت ہوتی ہے۔

اس طریق کار نے تقسیم مکمل کر دی۔ وہ ساری آبادی ایک طرف ہوگئی جو معیشت اور تمدن کی کھیتیوں میں کام کرتی ہے جس کی محنتوں اور کوششوں اور قابلیتوں ہی پر ساری تہذیبی ومعاشی پیداوار کا انحصار ہے۔ اور وہ تھوڑی سی آبادی دوسری طرف ہوگئی۔ جس پر ان ساری کھیتیوں کو سیرابی کا انحصار ہے۔ پانی والوں نے کھیتی والوں کے ساتھ رفاقت اور منصفانہ تعاون کرنے سے انکار کر دیا اور یہ مستقل پالیسی طے کر لی کہ وہ پانی کے اس پورے ذخیرے کو اجتماعی مفاد کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف اپنے مفاد اور وہ بھی خالص مالی مفاد کے لحاظ سے استعمال کریں گے۔

اس طریق کار نے یہ بھی طے کر دیا کہ مغرب کا نوخیز تمدن جو تمام دنیا پر حکمراں ہونے والا تھا، ایک خالص مادہ پرستانہ تمدن ہو، اور اس میں شرحِ سود وہ بنیادی معیار قرار پائے جس کے لحاظ سے آخر کار ہر چیز کی قدر و قیمت متعین ہو، اس لیے کہ پوری کشت تمدن کا انحصار تو ہے سرمایہ کے آبِ حیات پر، اور اس آبِ حیات کے ہر قطرے کی ایک مالی قیمت

معین ہے شرحِ سود کے مطابق۔ لہٰذا پورے تمدن کی کھیتی میں اگر کسی چیز کی تخم ریزی کی جا سکتی ہے اور اگر کوئی پیداوار قدر کی مستحق ہوسکتی ہے تو بس وہ ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنا مالی فائدہ کم از کم اُس حد تک دے جائے جو بورژوا تمدن کے قائدِ اعظم، ساہوکار نے شرحِ سود کی شکل میں مقرر کر رکھی ہے۔

اس طریق کار نے قلم اور سیف، دونوں کی حکمرانی کا دور ختم کر دیا اور اس کی جگہ بہی کھاتے کی فرماں روائی قائم کر دی۔ غریب کسانوں اور مزدوروں سے لے کر بڑے سے بڑے صنعتی و تجارتی اداروں تک اور بڑی سے بڑی حکومتوں اور سلطنتوں تک سب کی ناک میں ایک غیر مرئی نکیل پڑگئی اور اس کا سرا ساہوکار کے ہاتھ میں آ گیا۔

## تیسرا مرحلہ

اس کے بعد اس گروہ نے تیسرا قدم اُٹھایا اور اپنے کاروبار کو وہ شکل دی جسے اب جدید نظامِ ساہوکاری کہا جاتا ہے۔ پہلے یہ لوگ انفرادی طور پر کام کرتے تھے۔ اگرچہ بعض ساہوکار گھرانوں کا مالیاتی کاروبار بڑھتے بڑھتے عظیم الشان اداروں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ جن کی شاخیں دور دراز مقامات پر قائم ہوگئی تھیں، لیکن بہرحال یہ الگ الگ گھرانے تھے اور اپنے ہی نام پر کام کرتے تھے۔ پھر ان کو یہ سوجھی کہ جس طرح کاروبار کے سارے شعبوں میں مشترک سرمائے کی کمپنیاں بن رہی ہیں، روپے کے کاروبار کی بھی کمپنیاں بنائی جائیں اور بڑے پیمانے پر ان کی تنظیم کی جائے۔ اس طرح یہ بینک وجود میں آئے جو آج تمام دنیا کے نظامِ مالیات پر قابض و متصرف ہیں۔

اس جدید تنظیم کا طریقہ مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ چند صاحب سرمایہ لوگ مل کر ایک ادارہ ساہوکاری قائم کرتے ہیں جس کا نام بینک ہے۔ اس ادارے میں دو طرح کا سرمایہ استعمال ہوتا ہے۔ ایک حصہ داروں کا سرمایہ جس سے کام کی ابتدا کی جاتی ہے۔ دوسرا امانت داروں یا کھاتہ داروں (Depositrs) کا سرمایہ جو بینک کا کام اور نام بڑھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں ملتا جاتا ہے اور اسی کی بدولت بینک کے اثر اور اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک بینک کی کامیابی کا اصل معیار یہ ہے کہ اس کے

پاس اس کا اپنا ذاتی سرمایہ (یعنی حصہ داروں کا لگایا ہوا سرمایہ) کم سے کم ہو اور لوگوں کی رکھوائی ہوئی رقمیں زیادہ سے زیادہ ہوں۔ مثال کے طور پر پنجاب نیشنل بینک کو لیجئے جو قبل تقسیم کے بڑے کامیاب بینکوں میں سے تھا۔ اس کا اپنا سرمایہ صرف ایک کروڑ تھا جس میں سے ۸۰ لاکھ سے کچھ ہی زائد روپیہ حصہ داروں نے عملاً ادا کیا تھا۔ لیکن ۱۹۴۵ء میں یہ بینک تقریباً ۵۲ کروڑ روپے کا وہ سرمایہ استعمال کر رہا تھا جو امانتیں رکھوانے والوں کا فراہم کردہ تھا۔

مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ بینک اپنا سارا کام تو چلاتا ہے امانتداروں کے روپے سے، جن کا دیا ہوا سرمایا بینک کے مجموعی سرمائے میں ۹۰، ۹۵ فی صدی بلکہ ۹۸ فی صدی تک ہوتا ہے، لیکن بینک کے نظم ونسق اور اس کی پالیسی میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا یہ چیز بالکل اُن حصہ داروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو بینک کے مالک ہوتے ہیں اور جن کا سرمایہ مجموعی سرمائے کا صرف دو تین یا چار پانچ فی صدی ہوا کرتا ہے۔ امانتداروں کا کام صرف یہ ہے کہ اپنا روپیہ بینک کے حوالہ کر دیں اور اس سے ایک خاص شرح کے مطابق سود لیتے رہیں۔ رہی یہ بات کہ بینک اس روپے کو استعمال کس طرح کرتا ہے، اس معاملہ میں وہ کچھ نہیں بول سکتے۔ اس کا تعلق صرف حصہ داروں سے ہے وہی منتظمین کا انتخاب کرتے ہیں، وہی پالیسی کا تعین کرتے ہیں، وہی نظم ونسق اور حساب کتاب کی نگرانی کرتے ہیں اور انہی کے منشا پر اس امر کا فیصلہ منحصر ہوتا ہے کہ سرمایہ کدھر جائے اور کدھر نہ جائے۔ پھر حصہ داروں میں سب یکساں نہیں ہوتے۔ متفرق چھوٹے چھوٹے حصہ داروں کا اثر بینک کے نظام میں برائے نام ہوتا ہے۔ دراصل چند بڑے اور بھاری حصہ دار ہی سرمائے کی اس جھیل پر قابض ہوتے ہیں اور وہی اس پر تصرف کرتے رہتے ہیں۔

بینک اگرچہ بہت سے چھوٹے بڑے کام کرتا ہے جن میں سے بعض یقیناً مفید، ضروری اور جائز ہیں، لیکن اس کا اصل کام سرمائے کو سود پر چلانا ہوتا ہے۔ تجارتی بینک ہو یا صنعتی یا زراعتی، یا کسی اور نوعیت کا، بہرحال وہ خود کوئی تجارت یا صنعت یا زراعت نہیں کرتا بلکہ کاروباری لوگوں کو سرمایہ دیتا ہے اور ان سے سود وصول کرتا ہے۔ اس کے منافع کا اصلی

سب سے بڑا ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ امانتداروں سے کم شرح سود پر سرمایہ حاصل کرے اور کاروباری لوگوں کو زیادہ شرح سود پر قرض دے اس طریقے سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ حصّہ داروں میں اُسی طرح تقسیم ہو جاتی ہے جس طرح تمام تجارتی اداروں کی آمدنیاں ان کے حصہ داروں میں مناسب طریقہ سے تقسیم ہوا کرتی ہیں۔

نتائج

اس طریقے پر ساہوکارے کی تنظیم کر لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے زمانے کے منفرد اور منتشر مہاجنوں کی بہ نسبت آج کے مجتمع اور منظم ساہوکاروں کا وقار اور اثر اور اعتماد کئی گنا زیادہ بڑھ گیا اور پورے پورے ملکوں کی دولت سمٹ کر ان کے پاس مرتکز ہوگئی۔ اب اربوں روپے کا سرمایہ ایک ایک بینک میں اکٹھا ہو جاتا ہے، جس پر چند بااثر ساہوکار قابض ومتصرف ہوتے ہیں اور وہ اس ذریعہ سے نہ صرف اپنے ملک کی، بلکہ دنیا بھر کی معاشری، تمدنی اور سیاسی زندگی پر کمال درجہ خود غرضی کے ساتھ فرمانروائی کرتے رہتے ہیں۔

ان کی طاقت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ تقسیم سے پہلے ہندوستان کے دس بڑے بینکوں کے پاس حصہ داروں کا فراہم کیا ہوا سرمایہ تو صرف ۱۷ کروڑ تھا مگر امانتداروں کے رکھوائے ہوئے سرمایہ کی مقدار چھ ارب بارہ کروڑ روپے تک پہنچی ہوئی تھی۔ ان بینکوں کے پورے نظم ونسق اوران کی پالیسی پر چند مٹھی بھر ساہوکاروں کا قبضہ تھا جن کی تعداد حد سے حد ڈیڑھ دو سو ہوگی۔ مگر یہ سود کا لالچ تھا جس کی وجہ سے ملک کے لاکھوں آدمیوں نے اتنی بڑی رقم فراہم کر کے ان کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اور اس بات سے ان کو کچھ غرض نہ تھی کہ اس طاقتور ہتھیار کو یہ لوگ کس طرح کن مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اب یہ اندازہ ہر شخص خود لگا سکتا ہے کہ جن مہاجنوں کے پاس اتنی بڑی رقم جمع ہو وہ ملک کی صنعت، تجارت معیشت، سیاست اور تہذیب وتمدن پر کس قدر زبردست اثر ڈال رہے ہوں گے، اور یہ اثر آیا ملک اور باشندگانِ ملک کے مفاد میں کام کر رہا ہوگا یا ان خود غرض لوگوں کے اپنے مفاد میں۔ (حقیقت حال تمہارے سامنے ہے)

یہ تو اس سرزمین کا حال ہے جس میں ابھی ساہوکاروں کی تنظیم بالکل ابتدائی حالت

میں ہے اور جہاں بینکوں کی امانتوں کا مجموعہ کل آبادی پر بمشکل ۷ روپے فی کس ہی کے حساب سے پھیلتا ہے۔ اب ذرا قیاس کیجئے کہ جن ملکوں میں یہ اوسط اس سے ہزار دو ہزار گنے تک پہنچ گیا ہے وہاں سرمایہ کی مرکزیت کا کیا عالم ہوگا۔ ۱۹۳۶ء کے اعداد و شمار کی رو سے صرف تجارتی بینکوں کی امانتوں کا اوسط امریکہ کی آبادی میں ۱۳۱۷ پونڈ فی کس، انگلستان کی آبادی میں ۱۶۶۴ پونڈ فی کس، سوئیٹزرلینڈ میں ۲۷۵ پونڈ، جرمنی میں ۲۱۲ پونڈ اور فرانس میں ۱۶۵ پونڈ فی کس کے حساب سے پڑتا ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر ان ملکوں کے باشندے اپنی پس انداز کی ہوئی آمدنیاں اور اپنی ساری پونجی اپنے ساہوکاروں کے حوالہ کر رہے ہیں۔ اتنے بڑے پیمانے پر سرمایہ گھر گھر سے کھچ کھچ کر چند ہاتھوں میں مرتکز ہو رہا ہے۔ اور پھر جن کے پاس وہ مرتکز ہوتا ہے وہ نہ کسی کو جوابدہ ہیں۔ نہ اپنے نفس کے سوا کسی سے ہدایت لینے والے ہیں۔ اور نہ وہ اپنی اغراض کے سوا کسی دوسری چیز کا لحاظ کرنے والے۔ وہ بس سود کی شکل میں اس عظیم الشان مرکوز دولت کا ''کرایہ'' ادا کر دیتے ہیں اور عملاً اس کے مالک بن جاتے ہیں۔ پھر اس طاقت کے بل پر وہ ملکوں اور قوموں کی قسمتوں سے کھیلتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں قحط برپا کرتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں پنہیا کال ڈال دیتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں جنگ کراتے ہیں اور جب چاہتے ہیں صلح کرا دیتے ہیں۔ جس چیز کو اپنے زر پرستانہ نقطۂ نظر سے مفید سمجھتے ہیں اسے فروغ دیتے ہیں اور جس چیز کو ناقابل التفات پاتے ہیں اسے تمام ذرائع و وسائل سے محروم کر دیتے ہیں۔ صرف منڈیوں اور بازاروں ہی پر ان کا قبضہ نہیں ہے۔ علم و ادب کے گہواروں، اور سائنٹفک تحقیقات کے مرکزوں اور صحافت کے اداروں اور مذہب کی خانقاہوں اور حکومت کے ایوانوں، سب پر ان کی حکومت چل رہی ہے۔ کیونکہ قاضی الحاجات حضرتِ زر ان کے مرید ہو چکے ہیں۔ وہ یہ بلائے عظیم ہے جس کی تباہ کاریاں دیکھ دیکھ کر خود مغربی ممالک کے صاحب فکر لوگ چیخ اُٹھے ہیں۔ اور وہاں مختلف سمتوں سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ مالیات کی اتنی بڑی طاقت کا ایک چھوٹے سے غیر ذمہ دار خود غرض طبقے کے ہاتھ میں مرتکز ہو جانا پوری اجتماعی زندگی کے لیے سخت مہلک ہے۔ مگر ہمارے ہاں ابھی تک یہ تقریریں ہوئے جا رہی ہیں کہ سود

خوری تو پرانے گدی نشین مہاجن کی حرام ونجس تھی۔ آج کا کرسی نشین وموٹر نشین بینکر بیچارہ تو بڑا ہی پاکیزہ کاروبار کررہا ہے، اس کے کاروبار میں روپیہ دینا اور اس سے اپنا حصہ لے لینا آخر کیوں حرام ہے؟ حالانکہ فی الحقیقت اگر پرانے مہاجنوں اور آج کے بینکروں میں کوئی فرق واقع ہوا ہے تو وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ پہلے یہ لوگ اکیلے اکیلے ڈاکہ مارتے تھے، اب انہوں نے جتھ بندی کر کے ڈاکوؤں کے بڑے بڑے گروہ بنا لیے ہیں۔ اور دوسرا فرق جو شاید پہلے فرق سے بھی زیادہ بڑا ہے یہ ہے کہ پہلے ان میں کا ہر ڈاکو نقیب زنی کے آلات اور مردم کشی کے ہتھیار سب کچھ اپنے ہی پاس سے لاتا تھا، مگر اب سارے ملک کی آبادی اپنی حماقت اور قانون کی غفلت و جہالت کی وجہ سے بے شمار آلات اور اسلحہ فراہم کر کے ''کرائے'' پر ان منظم ڈاکوؤں کے حوالے کردیتی ہے۔ روشنی میں یہ اس کو کرایہ ادا کرتے ہیں اور اندھیرے میں اسی آبادی پر اس کے فراہم کیے ہوئے آلات واسلحہ سے ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

### تجزیہ مضمون مولانا مودودی رحمہ اللہ

آج وہ نظام بینکاری جو پرانا ہو چکا ہے جس کو عام طور پر سودی بینکاری سے یاد کیا جاتا ہے کے متعلق حضرت مولانا مودودی رحمہ اللہ کا مضمون آپ نے پڑھا کہ یہ نظام کس طرح معرض وجود میں آیا، اس نے کیا کیا روپ دھارے اور ہوتے ہوتے کس طرح یہ جوان ہوا اور آج کس انداز اسے یہ کام کررہا ہے ایک ایک بات آپ کو ذہن نشین ہوگئی نیز اس کی برائیوں پر آپ نے بہت کچھ یاد کرلیا ہوگا۔ انسان جس چیز کے متعلق تصور کرلے کہ یہ چیز بری ہے۔ یہ انسان برا ہے۔ یہ ادارہ برا ہے۔ یہ حکومت بری ہے۔ یہ اخبار برا ہے۔ یہ فرقہ برا ہے۔ تو اُس کی تمام برائیاں جو فی الحقیقت برائیاں ہیں وہ شمار کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کی تمام اچھائیاں بھی اُسے بری نظر آنے لگتی ہیں یہاں تک کہ وہ اُس کی برائیوں پر جو حقیقی برائیاں ہوں اتنا نہیں بولتا جتنا اس کی اچھائیوں کو برائیوں میں تبدیل کرنے پر بولتا ہے۔

اگر یقین نہیں آتا تو اس ملک عزیز میں حکومت کی تبدیلی کا عمل بیسیوں بار دہرایا جاچکا ہے ہر آنے والی حکومت جانے والی حکومت کی برائیوں کا ذکر کرتی ہے جس سے تمام اخبار

بھر جاتے ہیں اور نشر واشاعت کے سارے ادارے ان کی خدمت میں یک زبان ہو جاتے ہیں اور آنے والی ہر حکومت کو جب اچھی طرح دیکھا جاتا ہے تو اُس میں دو تہائی وہی چہرے ہوتے ہیں جو شروع سے آج تک موجود ہیں کیونکہ جانے والے اور آنے والے اُن ہی چند خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک بھائی کی بجائے دوسرا، باپ کی بجائے بیٹا، بیٹے کی بجائے باپ، میاں کی بجائے بیوی، بیوی کی بجائے میاں، ماموں کی بجائے بھانجا، اور پھوپھی کی بجائے بھتیجی یا بھتیجا مختصر یہ کہ زیادہ سے زیادہ جو تبدیلی ہوئی وہ اس انداز سے ہوئی ہے کہ آج اگر وہ نئے ہیں تو آنے والے کل وہ پرانے ہو جائیں گے۔ ذرا خاندانوں کی فہرست چیک کریں تو معلوم ہوگا کہ صاحبزادے، پیرزادے، لغاری، چوہدری، چٹھے، بھٹی، گوندل، کھوسے، مزاری، بھٹو، زرداری، گیلانی، اور کیانی وغیرہ وہی پرانے خاندان ہیں جو پہلے تھے آج بھی ہیں۔

معلوم ہوا کہ لوگ وہی ہیں اور وہی رہیں گے لیکن بلحاظ زمانہ کبھی وہ ظالم کہلاتے ہیں کبھی مظلوم اسی طرح جب آتے ہیں صحیح ہوتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو غلط کیوں؟ اس لیے کہ آنے والا صحیح ہوتا ہے اور ہر جانے والا غلط آپ کبھی نہیں سنیں گے کہ جانے والوں میں بیشمار غلطیاں تھیں لیکن یہ یہ بات ان میں اچھی بھی تھی۔

بینک جس طرح معرضِ وجود میں آئے بہر حال زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کے تحت آئے ضرورت زمانہ نے ان کو جنم دیا۔ بینک کیا ہے؟ ایک ایجاد ہے۔ جس طرح دنیا میں بے شمار اور ان گنت ایجادات ہوئی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ دنیا کی ہر ایجاد صحیح ہے اور صحیح رہے گی ہاں! اکثر ایجادات کا مصرف غلط ہوا ہے اور ہو رہا ہے ہر ایجاد کا ایک اپنا مقام ہے جس طرح ہر ایجاد کا موجد انسان ہے اسی طرح اس کا استعمال کرنے والا بھی انسان ہی ہے اس لیے کسی بھی ایجاد کا صحیح یا غلط ہونے کا انحصار استعمال کرنے والے پر ہے۔ وہ صحیح استعمال کرے گا تو ایجاد مفید ہوگی اور غلط استعمال کرے گا تو غیر مفید ہو جائے گی یا نتیجۃً نقصان دہ ہوگی۔

بینک بھی ایک ایجاد ہے جس کے صحیح استعمال میں ان گنت فوائد ہیں جن میں سے

بعض یہ ہیں:

i۔ انسان جائز طریقہ سے کمائے ہوئے مال کو بینک میں محفوظ رکھ سکتا ہے تاکہ جائز ضروریات میں اس کے کام آئے۔

ii۔ حالات زمانہ کے مطابق روز بروز روپیہ کی قیمت کم ہوتی رہتی ہے نیز روپے پر ایسا ٹیکس بھی لگایا گیا ہے جو اُس کو بظاہر کم کرتا ہے اس بچائے گئے مال سے جو منافع ہوتا ہے وہ نقصان سے بچاتا ہے اور اسی طرح روپیہ پاس رکھنے کی جو مضرت ہے اُس سے بھی انسان محفوظ رہتا ہے اور آج یہ مضرت کسی سے پوشیدہ نہیں۔

iii۔ مال ہی سے انسان مزید مال یعنی پیسہ کماتا ہے یہ تصور کہ پیسہ سے جو مال کمایا جائے وہ حرام ہے سوفی صد غلط ہے۔ بیع ہو یا تجارت وہ بھی مال یعنی پیسے ہی سے ہوتی ہے۔ بیع و تجارت کے جائز و ناجائز یعنی حرام و حلال کا باعث انسان کا عمل ہے۔

iv۔ اس عمل کی وضاحت اتنی طویل ہے کہ اس جگہ اس کا مکمل بیان ممکن نہیں لیکن اس طوالت کو مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

الف:- ہر وہ بیع و تجارت یعنی خرید و فروخت جس سے ایک کا نفع اور دوسرے کا نقصان لازم ہو وہ ناجائز اور حرام ہے۔

ب:- ہر وہ بیع و تجارت جس میں طرفین کا نقصان لازم ہو وہ ناجائز اور حرام ہے۔

ج:- ہر وہ بیع و تجارت جو طرفین یعنی خرید و فروخت کرنے والے دونوں کے لیے منافع بخش ہو وہ جائز اور حلال ہے۔

د:- ہر وہ بیع و تجارت جس میں طرفین کے لیے نفع و نقصان کا احتمال موجود ہو وہ جائز اور حلال ہے۔

مذکورہ چار صورتیں جو اس جگہ بیان کی گئی ہیں ان کا استنباط براہِ راست قرآنِ کریم سے کیا گیا ہے۔ جس بینک کی مخالفت میں سرتوڑ کوشش کی گئی ہے اور اُس کے تمام کاموں کو حرام سمجھا گیا ہے وہ محض لفظوں کے ایرپھیر سے تعلق رکھتا ہے اُس کی حقیقت کچھ نہیں۔

ہاں! اس بینک کے تمام کاموں کی وضاحت نہ مضمون میں موجود ہے اور نہ ہم اس جگہ

بیان کرر ہے ہیں لہٰذا اس بینک کے تمام کاروبار کو پیش نظر رکھ کر ہر صاحب عقل وفکر کو حق ہے کہ وہ خود دیکھ کر تجزیہ کر لے کہ چار اصولوں میں سے وہ کسی اصول پر فٹ ہوتا ہے بعد ازیں دیکھے کہ وہ اصول بینک کی بیع وتجارت کے کس نمبر کے مطابق ہے۔ اگر جائز وحلال نمبر کے مطابق ہے تو وہ صحیح ہے اگر نا جائز اور حرام اصول کے مطابق ہے تو وہ نا جائز اور حرام ہے۔

رہا ہمارا معاملہ تو ہم صرف یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ بینک کا وہ معاملہ جس کا نام سود رکھ کر حرام قرار دیا گیا ہے اُس کا تعلق کسی ایسے اصول سے ہر گز نہیں جو نا جائز وحرام ہے بلکہ اس کی جو وضاحت بھی کی جائے وہ جائز وحلال ٹھہرتی ہے اور یہ تفصیل آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ ''الربوا'' جسے قرآنِ کریم نے حرام قرار دیا ہے اُس کا بینک کے کسی معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔

''الربوا'' کا مقابلہ صدقہ وخیرات سے ہے بیع وتجارت سے ہر گز نہیں اور کوئی بینک صدقہ وخیرات اور عشر وزکوٰۃ کا معاملہ نہیں کرتا۔ بینک قرض لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ قرض دینے پر کسی کو مجبور نہیں کر رہا اور جب قرض دیتا ہے تو مقروض کی حیثیت کو اچھی طرح بھال کر قرض دیتا ہے کہ اس کے پاس قرض واپس کرنے کی کوئی شکل موجود ہے یا نہیں پھر جس جگہ وہ سمجھے کہ یہاں سے قرض کی واپسی کی کوئی صورت موجود نظر نہیں آتی وہاں وہ کبھی قرض نہیں دیتا۔ وہ بینک جس کا ذکر اس جگہ جاری ہے جس کو سودی بینک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جس کے تمام کاموں کو حرام سمجھا جاتا ہے یہ بینک طے شدہ نفع دیتا ہے اور طے شدہ نفع لیتا ہے جس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات نکلتی ہے کہ وہ نفع کو یقینی بناتا ہے یہاں تک کہ نقصان کا کوئی احتمال باقی نہیں رہتا اور تجارت کا سارا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ تاجر اپنے تجارتی مال میں نفع کو زیادہ سے زیادہ یقینی بنائے پھر طریقہ بھی ایسا اپنائے کہ کسی دوسرے کے نقصان کا باعث نہ ہو تو اس کا کاروبار حرام ہونے کی کوئی وجہ بظاہر نظر نہیں آتی پھر اس کو حرام حرام کہہ کر پکارنے سے وہ حرام کیسے ہو جائے گا۔

## علمائے کرام نے کیا کیا؟

حضرات علماء کرام اس کی بجائے بینکوں کے کاروبار اور طریقوں کو دیکھ کر ان کا تجزیہ

کر کے عوام کے سامنے رکھتے کہ بینکر کتنا روپیہ کماتے ہیں اور اُس میں سے جو تم کو ادا کرتے ہیں اس کی نسبت بہت کم تاکہ بینکر مجبور ہوتے اور وہ لوگوں کو ان کا صحیح حق ادا کرتے۔ اس حرام حرام کے شور نے بینکروں کو اتنا فائدہ دیا کہ اُن کو کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپیہ مفت میں مل گیا اس لیے مثل ہے کہ ''بے عقل دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔''

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ایسے ہی مواقع کے لیے کچھ اس طرح فرمایا تھا کہ:

کیوں زیاں کار بنوں ، سود فراموش رہوں
فکر فردا نہ کروں محو غم دوش رہوں
ہم نوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں
نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں

جب مذہبی راہنماؤں نے دیکھا کہ ہمارے حرام حرام کہنے کا کچھ فائدہ نہیں ہوا ؎

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

## اسلامی بنک کاری پروگرام

انجام کار وہ سر جوڑ کر بیٹھے اور نفس نے ایک نئی تدبیر بجھا دی کہ پہلے تمام بینک جو یورپ نے تشکیل دیئے ہیں جن کے حرام ہونے کیلئے یہی بات کافی ہے کہ وہ غیر مسلموں کی سوچ کا نتیجہ ہیں اب اسلامی بینک کی تشکیل ہم کرتے ہیں کہ اس طوطا کے سامنے وہ تمام کے تمام چڑیا ہو کر رہ جائیں گے پھر کون نہیں جانتا کہ طوطا اور چڑیا کا کوئی مقابلہ نہیں ہوتا؟ سو انہوں نے فی الواقع ایسی تدبیر سوچ لی اور اُس کا نام ''اسلامی بینک'' رکھ دیا

i۔ یہ وہ بینک ہے جس میں سود نہیں دیا جاتا بلکہ ہر مہینہ منافع دیا جاتا ہے اور یہ بات تو ہر کہ ومہ جانتا ہے کہ سود حرام ہوتا ہے اور منافع حلال وطیب۔

ii۔ ہم روپیہ قرض نہیں دیتے کیونکہ قرض پر اضافہ سود ہوتا ہے جو حرام ہے۔

iii۔ ہم اپنے سائلین کو ان کی ضرورت کی چیزیں خرید کر دیتے ہیں اور ان چیزوں پر اپنی مرضی سے منافع حاصل کرتے ہیں مثلاً ہم سے سائل دس روپے طلب کرتا ہے ہم پوچھتے

ہیں کہ دس روپے کیا کرنے ہیں جواب ملتا ہے کہ میں نے کپڑا خریدنا ہے، ہم بازار سے اُس کو دس روپے کا کپڑا خرید دیتے ہیں اور اُسے صاف کہہ بھی دیتے ہیں کہ اس کپڑا کی قیمت فی الحقیقت اس وقت بازار میں دس روپے ہے لیکن چونکہ ہم آپ کو دو ماہ اُدھار پر دے رہے ہیں اس لیے ہم پندرہ روپے وصول کریں گے اس طرح ہم دس روپے کے ساتھ پانچ روپے منافع کما لیتے ہیں جو بالکل حلال وطیب ہے اور اس کو سود کی ہوا بھی نہیں لگتی۔

الف:- سودی بینک دس روپے پر سود لیتا تو زیادہ سے زیادہ ایک روپے لے لیتا اور وہ بھی حرام اور ہم نے پانچ روپے منافع کمایا جو ہر حال میں حلال وطیب ہے اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اس کو حرام تو حرام صرف ناجائز بھی کہہ سکے۔ آپ ہی بتائیں کہ فائدہ میں کون رہا؟ فائدہ بھی ایسا کہ دین و دنیا میں کام آئے۔

ب:- اگر ہم مرابحہ کرتے تو مزید فائدے میں رہتے مثلاً الف کو نقد دس روپے کی ضرورت ہے وہ اسلامی بینک سے طلب کرتا ہے تو اسلامی بینک اس کو اپنے پاس سے کپڑا دے گا نقد روپیہ تو وہ دے ہی نہیں سکتا کیونکہ اُس سے سود ہوتا ہے۔ یہ کپڑا بازار میں اس وقت نقد منافع کے ساتھ دس روپے کا ملتا ہے۔ اب غور کرو کہ اسلامی بینک نے جب اپنا کپڑا پندرہ روپے میں فروخت کیا تو گویا اس نے آٹھ روپے کے پندرہ لیے اور کپڑا لینے والے سے کہا ہے کہ بازار میں دس روپے کا فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کر لو، دیکھو ہم نے پندرہ میں سے سات کمائے اور وہ بھی حلال وطیب جس میں سود جیسی حرام چیز کا شائبہ تک نہیں۔ اب خود ہی سوچ لو کہ فائدہ میں کون رہا؟

ج:- اسلامی بینک کی ایک علامت یہ ہے کہ اُس کے کاروبار کے تمام نام عربی زبان میں ہیں جو قرآنِ کریم کی زبان ہے اور اس کے ناموں کے اندر ایک خاص حکمت ہے وہ یہ کہ ایک حرام چیز کو حلال کر دیتے ہیں جیسے سود کا نام منافع میں بدلنے کی دیر ہے کہ اُس کی حرمت حلت میں بدل جاتی ہے اور ایک ساتھ انسان دس کمائے جب بھی وہ منافع ہی رہتا ہے سود نہیں ہوتا کیونکہ اُس نے خرید و فروخت سے کمایا ہے روپیہ یا پیسہ سے نہیں کمایا اگرچہ نتیجۃً خریدار کو اپنی مجبوری کے باعث ایک کے سات دینے پڑے تو وہ اُس کی مجبوری کا معاملہ ہے

بیع کرنے والے کو تو پندرہ مل گئے نقصان ہوا تو غریب کا ہوا لیکن اُس کو نقصان کیوں کہیں گے جب وہ سود کی لعنت سے بچ گیا جس کا لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہو جاتے ہیں اور ایک ہی سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

ایک بار مزید سن لیں اور اچھی طرح یاد رکھیں کہ مرابحہ میں بیع عینہ سے مراد کیا ہے؟

''بیع عینہ جس کی صورت یہ ہے کہ............ایک شخص نے مثلاً کسی تاجر یا اسلامی بینک سے دس روپے قرض مانگا اس نے قرض دینے کی بجائے اپنا دس روپے کا کپڑا بطور مرابحہ پندرہ روپے میں اُس کے ہاتھ اُدھار بیچ دیا تا کہ یہ بازار میں اسے بیچ کر دس روپے حاصل کر لے اس طرح اس ضرورت مند کو دس روپے مل گئے اور تاجر یا اسلامی بینک نے اُدھار کی وجہ سے پانچ روپے کا نفع سود کی آلودگی کے بغیر اس سے حاصل کر لیا جس کی ادائیگی میعاد پوری ہونے کے وقت خریدار پر واجب ہو گی یہ بیع بلا کراہت درست ہے (شامی ص ۲۷۹ ج ۶) درالمختار میں کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

سودی بینک کاری کا ماتم جن الفاظ میں مولانا موصوف نے کیا ہے وہ ان کے مضمون سے واضح ہے اور اسلامی بینک کاری کے فضائل پر اگرچہ وہ کچھ نہ لکھ سکے کیونکہ ان کی زندگی میں ابھی وہ نطفہ کی صورت میں تھا نو زائیدہ بعد میں ہوا تاہم مولانا کا جو حصہ کرنے کا تھا وہ کر کے گئے ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر وہ مزید زندہ رہتے تو کیا کچھ کرتے۔

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد کام رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

رہا سرمایہ کا چند ہاتھوں میں یا چند خاندانوں میں محصور ہو کر رہ جانا تو اس کی اصل وجہ یہ غلط معاشی نظام ہے کہ جہاں لوگ بھوکے مر رہے ہیں وہاں بعض لوگ دولت کے انبار میں دبے پڑے ہیں اور ان لوگوں نے دولت کمانے کا جو طریقہ بھی اختیار کر لیا اگر ان کے لیے اس دولت کے جمع کرنے کی کوئی انتہا ہوتی تو وہاں پر پہنچ کر وہ خود بخود رک جاتے اور دولت

کا رخ ان لوگوں کی طرف پلٹ جاتا جو بھوکوں مر رہے تھے تو ان کی فقط بھوک ہی ختم نہ ہوتی بلکہ ان کا معیارِ زندگی بھی بلند ہوتا۔ یہ اُس وقت ممکن تھا کہ یا تو وہ خود قانونِ الٰہی کے پابند (مسلمان) ہوتے یا حکومت کا قانون ان کو پابند کر دیتا خواہ وہ کون ہوتے؟

❀❀

## کیا غلطی کا ازالہ ممکن ہے؟

غلطی عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ غ ل ط ہے لیکن یہ مادہ قرآنِ کریم میں استعمال نہیں ہوا۔ غلطی کے معنی ہماری اردو زبان میں بھول چوک، ناسمجھی، نادرستی، کوتاہی، خطا اور سہو سے کیے جاتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں مادہ غ ل ط کی بجائے (خ ط ا) کا استعمال ہوا ہے اور خطاء وہ چیز ہے جس کو انگلش میں (Missing) کہتے ہیں یعنی خطا اُس قصور کو کہتے ہیں جو عمداً جان بوجھ کر نہ کیا جائے بلکہ سہواً یعنی بلا ارادہ ہو جائے۔ چونکہ غلطی بھی خطا ہی ہوتی ہے کیونکہ غلطی کے معنی خطا اور خطا کے معنی غلطی کے کیے جاتے ہیں جس کا واضح مطلب یہی ہوا کہ غلطی اُس قصور کو کہتے ہیں جو سہواً سرزد ہو یعنی بلا ارادہ ہو جائے عمداً یعنی جان بوجھ کر نہ کی جائے۔

غلطی چونکہ بالارادہ نہیں ہوتی سہواً سرزد ہوتی ہے اس لیے غلطی کا حل صرف ایک ہے کہ جب سمجھ آ جائے تو انسان غلطی تسلیم کر لے تو معاملہ درست ہو سکتا ہے جب تک غلطی تسلیم نہ کی جائے اصلاح کی کوئی شکل وصورت ممکن نہیں۔

زیرِ بحث مضمون میں ایک نہیں، ایک سے زیادہ غلطیاں ہوئیں۔ ان غلطیوں پر بحث ہوئی۔ غلطیاں ثابت ہونے کے بعد ان کی اصلاح ممکن تھی اور ہے۔ جب تک غلطی پر بحث نہ ہو اور ایک فریق تسلیم نہ کرے کہ ہاں! اس جگہ فی الواقع غلطی ہوئی اُس وقت تک یہ بحث ختم نہیں ہو سکتی اور جتنا سفر کریں گے اصل سے دور سے دور تر ہوتے جائیں گے۔

ا۔ ''الربوا'' جس کے معنی سود کیے گئے چونکہ قرآنِ کریم میں ''الربوا'' کو حرام بتایا گیا ہے اس لیے سود کو حرام تصور کر لیا گیا باوجود اس کے کہ سود کے معنی منافع اور منافع کے معنی سود سب تسلیم کرتے ہیں اس کے باوجود منافع کو حلال اور سود کو حرام سمجھتے ہیں۔

# SPECIAL THANKS FOR

1 Abdul Aleem Tahir M.A-B,ED

2 Abdul Aleem Thair RA-F.T.J

3 Zulfqar Amad B.A

4 Raja Amjad Mehmood(Advocate)M.A

5 Malik Nadeem Sarwar M.A

6 Qadir Ahmad Waraich(Advocate)

7 Abdul Salam Shahid

8 Abdul Mannan Kaleem (FAZAL ARBI)

9 Mrs.Rasheeda Begum

10 Dr.Ubaida parveen M.A-B.ED

11 Dr.Sadia Batool M.A-M.ED

12 Dr. Farzana Kousar
(Dars-e-nazami Wafaq-ul-Madaras-us-safifia)

13 Rasheda Batool B.A-M.ED

14 Sumaira Jabeen B.A-M.ED

15 Uzma Mazhar B.A

## ANJMAN ASHAT -E- ISLAM

Thatha Aliya Brasta Jokaliyain Mandi Bhawodin Pakistan